جامعہ حقانیہ کا ترجمان

الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

مجلّہ

ذوالحجہ۔ المحرام ۱۴۳۰ھ دسمبر ۲۰۰۹ء

بانی جامعہ: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۰ھ دسمبر ۲۰۰۹ء

وطن عزیز میں خودکش حملے اور دھماکے ایک خطرناک سازش	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	3
درس قرآن کریم.....	// // //	5
ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ.....	از قلم حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ	8
اصلاحی مکاتیب.....	فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ	10
حلالہ قرآن وسنت کی روشنی میں.....	فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ	12
اسلام کا فوجی نظام.....	امام الکبیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ	21
نمائندگان اشاعۃ التوحید کی تحریر کا تحقیقی جائزہ.....	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	27
احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج تحقیقی جائزہ....	مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی	36
حج میں ہونے والی خرابیاں.....	مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی مدظلہم	39
نفلی قربانی کے حصے میں متعدد افراد کی شرکت کا حکم.....	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	46

☆☆☆☆☆☆☆

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

وطن عزیز میں خودکش حملے اور دھماکے

ایک خطرناک سازش

افسوس صد افسوس کہ آج کل وطن عزیز مملکت اسلامیہ پاکستان خودکش حملوں اور دھماکوں کی زد میں ہے اس صورت حال سے ملک کا ہر شہری انتہائی پریشان اور خوف وہراس کا شکار ہے ملک میں کہیں بھی امن وسکون اور چین نظر نہیں آتا حتی کہ عصری تعلیم گاہیں بھی اب اس خطرہ سے محفوظ نہیں رہیں درجنوں قیمتی جانوں اور لاکھوں کروڑوں کی املاک کا ضیاع ونقصان ہورہا ہے۔

خودکش حملوں کے ناجائز اور حرام ہونے پر ملک کے مقتدر علمائے کرام بہت پہلے متفقہ فتوی دے چکے ہیں اسی طرح بم دھماکوں کے ناجائز ہونے پر بھی دورائے کا امکان نہیں ہے ہر مسلمان بلکہ ہر ذی عقل وشعور انسان کے نزدیک یہ ایک واضح اور طے شدہ بات ہے کہ کسی کی جان مال عزت سے کھیلنا کسی طرح بھی روا نہیں ہے جس شخص کا اللہ تعالی اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے وہ جانتا ہے کہ ایک مسلمان کی جان کس قدر قیمتی اور عزیز ہے اور ناحق قتل کی کیا سزا ہے اس سب کچھ کے باوجود اگر کوئی مسلمان اس قبیح امر کا مرتکب ہے تو یہ انتہائی سنگین جرم ہے، بلاشبہ ایسا شخص نہ اسلام کا وفادار ہے اور نہ ہی ملک اور وطن کا۔

دراصل مملکت اسلامیہ پاکستان اغیار اور غیر مسلموں کی آنکھ میں ایک کانٹا ہے جسے وہ کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کرسکتے، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اس وقت خودکش حملوں اور دھماکوں میں وہی لابیاں پیش پیش ہیں اور پس پردہ وہی ملک دشمن عناصر ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں جو پاکستان کو دنیا کے نقشہ سے مٹانے کے خواب دیکھنے میں محو ہیں، اگر تمام مسلمان سیسہ پلائی دیوار کی طرح متحد ومتفق ہوجائیں اور مسلمان حکمران بھی ان سازشوں کے مقابلہ

کیلئے متحد ہو جائیں تو پھر یہ خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا اس کیلئے اپنے مفادات کو اگر قربان کرنا پڑے تو وطن عزیز اور اہالیان وطن کی جان، مال، عزت کیلئے ایسا کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ پاکستان اور ہر شہری کی جان، مال عزت کی حفاظت فرمائیں، ایسے سنگین حالات میں قوم کو حق تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اپنے گناہوں سے سچی پکی توبہ کی ضرورت ہے کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے اعمال کی شامت ہے۔

حضرت مولانا عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مقولہ ہے ''شامت اعمال ماصورت نادرگرفت''۔

اور حق تعالیٰ کا قرآن کریم میں واضح اعلان ہے ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدى الناس الآية۔

اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں اور اصلاح احوال کی توفیق سے سرفراز فرمائیں، آمین۔

فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۱۵/ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعجاز قرآن کی دوسری وجہ

اب اعجاز قرآن کی دوسری وجہ دیکھئے یہ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن اور اس کے احکام ساری دنیا کیلئے آئے، لیکن اس کے بلا واسطہ اور پہلے مخاطب عرب تھے، جن کو اور کوئی علم وفن آتا تھا یا نہیں مگر فصاحت وبلاغت ان کا فطری ہنر اور پیدائشی وصف تھا، جس میں وہ اقوام دنیا سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، قرآن ان کو مخاطب کر کے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمھیں میرے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شبہ ہے تو تم میری ایک سورت کی مثال بنا کر دکھلا دو، اگر قرآن کی یہ تحدی (چیلنج) صرف اپنے حُسن معنوی یعنی حکیمانہ اصول اور علمی معارف واسرار ہی کی حد تک ہوتی تو قوم امیین کیلئے اس کی نظیر پیش کرنے سے عذر معقول ہوتا، لیکن قرآن نے صرف حُسن معنوی ہی کے متعلق تحدّی نہیں کی، بلکہ لفظی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے بھی پوری دنیا کو چیلنج دیا ہے، اس چیلنج کو قبول کرنے کیلئے اقوام عالم میں سے سب سے زیادہ مستحق عرب ہی تھے، اگر فی الواقع یہ کلام قدرتِ بشر سے باہر کسی مافوق قدرت کا کلام نہیں تھا تو بلغاء عرب کیلئے کیا مشکل تھا کہ ایک اُمّی شخص کے کلام کی مثال بلکہ اس سے بہتر کلام فوراً پیش کر دیتے، اور ایک دو آدمی یہ کام نہ کر سکتے تو قرآن نے ان کو یہ سہولت بھی دی تھی کہ ساری قوم مل کر بنا لائے، مگر قرآن کے اس بلند بانگ دعوے اور پھر طرح طرح سے غیرت دلانے پر بھی عرب کی غیّور قوم پوری کی پوری خاموش ہے، چند سطریں بھی مقابلہ پر نہیں پیش کرتی۔

عرب کے سرداروں نے قرآن اور اسلام کے مٹانے اور پیغمبر اسلام ﷺ کو مغلوب کرنے میں جس طرح اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا، وہ کسی لکھے پڑھے آدمی سے مخفی نہیں، شروع میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے گنے چنے رفقاء کو طرح طرح کی ایذائیں دے کر چاہا کہ وہ

کلمۂ اسلام کو چھوڑ دیں، مگر جب دیکھا کہ "یاں وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے" تو خوشامد کا پہلو اختیار کیا عرب کا سردار عتبہ ابن ربیعہ قوم کا نمائندہ بن کر آپ کے پاس حاضر ہوا، اور عرب کی پوری دولت وحکومت اور بہترین حسن وجمال کی لڑکیوں کی پیش کش اس کام کیلئے کی کہ آپ اسلام کی تبلیغ چھوڑ دیں، آپ نے اس کے جواب میں قرآن کی چند آیتیں سنا دینے پر اکتفاء فرمایا، جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو جنگ ومقابلہ کیلئے تیار ہو کر قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت جو قریش عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مقابلہ میں سر دھڑ کی بازی لگائی، جان، مال، اولاد، آبرو، سب کچھ اس مقابلہ میں خرچ کرنے کیلئے تیار ہوئے، یہ سب کچھ کیا، مگر یہ کسی سے نہ ہو سکا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرتا، اور چند سطریں مقابلہ پر پیش کر دیتا، کیا ان حالات میں سارے عرب کا اس کے مقابلہ سے سکوت اور عجز اس کی کھلی ہوئی شہادت نہیں کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس کے کام یا کلام کی نظیر انسان کیا ساری مخلوق کی قدرت سے باہر ہے۔

پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ عرب نے اس کے مقابلہ سے سکوت کیا، بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں سب نے اس کے بے مثل ہونے کا اعتراف کیا، اور جو ان میں سے مُنصِف مزاج تھے انہوں نے اس اعتراف کا اظہار بھی کیا، پھر اُن میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے، اور کچھ اپنی آبائی رسوم کی پابندی یا بنی عبد مناف کی ضد کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے باوجود اعتراف کے محروم رہے، قریش عرب کی تاریخ ان واقعات پر شاہد ہے، میں اس میں سے چند واقعات اس جگہ بیان کرتا ہوں، جس سے اندازہ ہو سکے کہ پورے عرب نے اس کلام کے بے مثل، بے نظیر ہونے کو تسلیم کیا، اور اس کی مثال پیش کرنے کو اپنی رسوائی کے خیال سے چھوڑ دیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا چرچا مکہ سے باہر حجاز کے دوسرے مقامات میں ہونے لگا، اور حج کا موسم آیا تو قریشِ مکہ کو اس کی فکر ہوئی کہ اب اطراف عرب سے حجاج آئیں گے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام سنیں گے، تو فریفتہ ہو جائیں گے اور غالب خیال یہ ہے کہ مسلمان ہو جائیں گے، اس کے انسداد کی تدبیر سوچنے کیلئے قریش نے ایک اجلاس منعقد کیا، اس اجلاس میں عرب کے بڑے بڑے سردار موجود تھے، ان میں ولید بن مغیرہ عمر میں سب سے

بڑے اور عقل میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، سب نے ولید بن مغیرہ کو یہ مشکل پیش کی کہ اب اطراف ملک سے لوگ آئیں گے، اور ہم سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق پوچھیں گے تو ہم کیا کہیں؟ ہمیں آپ کوئی ایسی بات بتلایئے کہ ہم سب وہی بات کہہ دیں، ایسا نہ ہو کہ خود ہمارے بیانات میں اختلاف ہو جائے، ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تم ہی کہو کیا کہنا چاہئے؟

لوگوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں ہم سب یہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) معاذ اللہ مجنون ہیں ان کا کلام مجنونا نہ بڑ ہے، ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تم ایسا ہرگز نہ کہنا، کیونکہ یہ لوگ جب ان کے پاس جائیں گے، اور ان سے ملاقات و گفتگو کریں گے، اور ان کو ایک فصیح و بلیغ عاقل انسان پائیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے، پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم ان کو یہ کہیں کہ وہ ایک شاعر ہیں، ولید نے اس سے بھی منع کیا، اور کہا کہ جب لوگ ان کا کلام سنیں گے وہ تو شعر و شاعری کے ماہر ہیں انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ شعر نہیں اور نہ آپ شاعر ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ سب لوگ تمھیں جھوٹا سمجھیں گے، پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ تو پھر ہم ان کو کاہن قرار دیں، جو شیاطین وجنات سے سن کر غیب کی خبریں دیا کرتے ہیں، ولید نے کہا یہ بھی غلط ہے، کیونکہ جب لوگ ان کا کلام سنیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ یہ کلام کسی کاہن کا نہیں ہے، وہ پھر بھی تمھیں جھوٹا سمجھیں گے، اس کے بعد قرآن کے بارے میں جو ولید بن مغیرہ کے تأثرات تھے ان کو ان الفاظ میں بیان کیا:

''خدا کی قسم! تم میں کوئی آدمی شعر و شاعری اور اشعار عرب سے میرے برابر واقف نہیں، خدا کی قسم! اس کلام میں خاص حلاوت ہے، اور ایک خاص رونق ہے جو میں کسی شاعر یا فصیح و بلیغ کے کلام میں نہیں پاتا'' پھر ان کی قوم نے دریافت کیا کہ آپ ہی بتلایئے پھر ہم کیا کریں؟ اور ان کے بارے میں لوگوں سے کیا کہیں؟ ولید نے کہا میں غور کرنے کے بعد کچھ جواب دوں گا، پھر بہت سوچنے کے بعد کہا کہ اگر کچھ کہنا ہی ہے تو تم ان کو ساحر کہو، کہ اپنے جادو سے باپ بیٹے اور میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتے ہیں۔ قوم اس پر مطمئن اور متفق ہوگئی، اور سب سے یہی کہنا شروع کیا، مگر خدا کا چراغ کہیں پھونکوں سے بجھنے والا تھا؟ اطراف عرب کے لوگ آئے قرآن سنا اور بہت سے مسلمان ہو گئے، اور اطراف عرب میں اسلام پھیل گیا (خصائص کبری) (معارف القرآن ج ۱ ص ۱۴۷)

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

O فرمایا ذاکر لوگوں کو تغیرات میں باطنی حالات بہت کم ہوتے ہیں اکثر تو طبیعت کی خرابی ہوتی ہے اس لئے طبیب سے بھی مشورہ کرنا چاہئے۔

O فرمایا بزرگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ مجلس شیخ میں ذکر بھی نہ کرے نہ لسانی نہ قلبی مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جب میں خطوط کے جواب لکھنے میں مشغول ہوں اس وقت ذکر کرتے رہیں اور جب میں بات کروں تو پھر ذکر چھوڑ کر بات کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔

O فرمایا کبھی سالک پر ایسی حالت ہوتی ہے کہ یاد سے بھی پریشان ہوتا ہے جس کے خاص اسباب ہوتے ہیں اور ترک یاد سے بھی اسی کی طرف اشارہ ہے اس شعر میں:

دو گونہ رنج وعذاب است جان مجنون را بلائے فرقت لیلیٰ و وصلت لیلیٰ

میں بھی اپنے حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں کبھی اشعار لکھ دیتا تھا مگر اضطراراً اور اب لوگ لکھتے ہیں تو میں منع کرتا ہوں مجھ میں اور ان میں ایک فرق ہے میں تو مضطر تھا اور یہ لوگ تکلف سے لکھتے ہیں۔

O فرمایا ذکاء جس سے مجھ کو مفید شئے کا فائدہ فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور مضر شئے کا ضرر بھی فوراً معلوم ہوتا ہے۔

O فرمایا میں جو بعض لوگوں کو خانقاہ سے نکال دیتا ہوں اس کی اصل وہ حدیث ہے تغریب عام والی۔

O فرمایا گھر میں بعضی عورتیں اصلاح کیلئے آتی ہیں ان کی کیا اصلاح ہو سکتی ہے خود تو ان کا حال معلوم نہیں ہوتا کوئی پوچھے تو جواب مل جاتا ہے اور ممکن ہے کہ اصلاحی سوال وہ نہ کریں۔

O فرمایا بوڑھے سے زیادہ پردہ اور احتیاط کرنا چاہئے کیونکہ اس میں جس طرح اور قویٰ

کمزور ہیں ایسا ہی شہوت کی مقاومت بھی کمزور ہے اور تقاضا اور میلان اس کو بھی ہوتا ہے اور مقاومت کر نہیں سکتا دوسرا یہ کہ اس کو عروض شہوت کا احساس کم ہوتا ہے اس واسطے وہ اس کو شہوت کو تقاضا سمجھتا ہی نہیں تیسرے یہ کہ اس کو تجربہ کی وجہ سے دقائق حسن کا ادراک بہت ہوتا ہے تھوڑے ہی خیال سے یہ مادہ متحرک ہو جاتا ہے چوتھا یہ کہ جوان تو فراغت کے بعد سرد ہو جاتا ہے اور بوڑھے کو چونکہ فراغت ہوتی نہیں اس واسطے اس میں میلان قوی رہتا ہے حسن کو سوچ سوچ کر مزے لیتا رہتا ہے جو قلب کا زنا ہے۔

O فرمایا ایک مولوی صاحب نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب تفویض وترک دعا کو دعا پر ترجیح دیتے ہیں شبہ یہ ہے کہ احادیث سے دعا کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ہمارے اکابر کا بھی یہی معمول تھا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا مذاق اس کے خلاف ہے۔

میں نے جواب دیا کہ یہ ان پر کیفیت کا غلبہ تھا پھر اس پر شبہ کیا گیا کہ تفویض کے ساتھ دعا کیسے جمع ہوگی اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ دعا کے وقت تو مضمون دعا کا جزم رکھے مگر ساتھ ہی پورا یہ بھی عزم رکھے کہ جو دعائیں کر رہا ہوں اس کے خلاف بھی اگر واقع ہوا تو میں اس پر بھی راضی ہوں گا۔

O فرمایا حافظ فرماتے ہیں:

گناہ گر چہ نبود اختیار ما حافظ تو در طریق ادب کوش کیں گناہ من ست

اس شعر کا مضمون بظاہر مشکل ہے اور حل یہ ہے کہ گناہ اور طاعت دونوں کے اندر دو دو نسبتیں ہیں ایک نسبت خلق دوسری نسبت کسب پس نسبت خلق تو خالق کی طرف ہے اور نسبت کسب عبد کی طرف ہے۔

پس حافظ یہ فرماتے ہیں کہ معصیت میں تو نسبت کسب کا استحضار رکھو اور طاعت میں نسبت خلق کا استحضار رکھو کیونکہ مبتدی کو یہی مفید ہے اگر چہ ہر جگہ نسبتیں دونوں ہوتی ہیں۔

O فرمایا میں نے ایک زمانہ میں کہ وبا شائع تھی خواب میں دیکھا تھا کہ انا انزلنا غالبا پانی پر دم کر کے پلانا مفید ہے مگر میں فاتحہ اور آیات شفاء کو بھی ساتھ ملا لیتا ہوں۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

اصلاحی مکاتیب

سالکین کے خطوط اور حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کے جوابات

حال: دل تو بہت چاہتا ہے کہ جناب والا کی خدمت میں زیادہ وقت گذارا جائے اور مثنوی شریف کا درس بھی جناب والا سے حاصل کیا جائے۔

ارشاد: جب تک موقع نہ ہو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی کلید مثنوی کا مطالعہ مفید ہے۔

حال: حضرت میرے اندر بدنظری والا مرض ہے جو کبھی ہوتا ہے اس کیلئے علاج کی درخواست ہے۔

ارشاد: قل للمؤمنین یغضوا من ابصار هم الآیة بدنظری پر وعید کا استحضار دائمی اس کا علاج ہے اور دعا توفیق بھی۔

حال: معمولات میں کبھی ناغہ ہو جاتا ہے۔

ارشاد: ناغہ کے بعد پھر شروع کر دیا جائے یہی اس کا علاج ہے۔

حال: وہم والی بیماری ہے طہارت میں وساوس بہت آتے ہیں۔

ارشاد: اس کی طرف التفات نہ کیا جائے جب تک یقین نہ ہو وسوسہ پر عمل نہ کیا جائے۔

حال: قلب میں کوئی کیفیت نہیں ہے جو کہ عرض کروں۔

ارشاد: کچھ حرج نہیں اپنے اختیار سے غلط کیفیت نہ ہو۔

حال: معمولات میں کمی کوتاہی اور ناغہ ہو جاتا ہے۔

ارشاد: اس کی طرف توجہ ضروری ہے۔

حال: لیکن دل میں قلق اور افسوس ہوتا ہے۔

ارشاد: یہی تلافی میں شامل ہے۔

حال: بحمد اللہ تعالیٰ قلب کو حق تعالیٰ کی طرف ایک کھچاؤ محسوس ہوتا ہے۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ اس کو حقیقت بنا دیں۔

حال: یاد حق میں ایک انس محسوس کرتا ہوں۔

ارشاد: اچھی علامت ہے۔

حال: تدریس کا سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ چل رہا ہے۔

ارشاد: قابل شکر ہے۔

حال: حق تعالیٰ نے حدیث کے اسباق پڑھانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

ارشاد: بڑی نعمت قابل شکر ہے۔

حال: دینی کاموں میں مشغولی بھی حق تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔

ارشاد: ٹھیک ہے یاد کی مختلف صورتیں ہیں۔

حال: آپ کی ہدایت کے مطابق حضرت تھانویؒ کی قصد السبیل مطالعہ کی ہے، نیز بہشتی زیور حصہ ہفتم زیر مطالعہ رہتا ہے۔

ارشاد: قصد السبیل زیر مطالعہ رہنے سے بہت خوشی ہوئی اور اس میں لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق عالم مشغول کا دستور العمل شروع کر دیا جائے۔

حال: حضرت جی فوج میں فرنگی تہذیب سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے میرا جی نہیں چاہتا کہ اس ملازمت کو جاری رکھوں۔

ارشاد: ملازمت کا ترک کرنا مناسب نہیں جس قدر ممکن ہو منکرات سے محفوظ رہنے کی سعی کرتے رہیں باقی استغفار کرتے رہیں۔

حال: برے خیال بہت زیادہ آتے ہیں۔

ارشاد: تعوذ اور لاحول ولاقوۃ کی کثرت کریں اور کسی جائز کام میں مشغول رہیں۔

حال: بالکل بیہودہ بات کے اندر جھوٹ بولتا ہوں جس کا کوئی فائدہ نہیں پھر افسوس ہوتا ہے تو استغفار کرتا ہوں۔

ارشاد: یہی علاج ہے، اس کے ساتھ بولتے وقت سوچ کر بولنا چاہئے اور بولنے پر کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلالہ قرآن وسنت کی روشنی میں

(قسط۲)

ایک مجلس کی تین طلاقیں

حلالہ کی حقیقت اوراس کی شرعی حیثیت کے معلوم ہوجانے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ حلالہ کے مسئلہ کواس بات سے کچھ تعلق نہیں کہ وہ تین طلاقیں ایک مجلس میں دی گئی ہیں یا کئی مجلسوں میں بہرصورت تین طلاقوں کے بعد تحلیل کے بغیر مطلقہ ثلاث پہلے شوہر کیلئے حلال نہیں ہوتی ۔لیکن بعض لوگوں کوایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہونے سے انکار ہے اوراس مسئلہ کوزیر بحث لے آئے ہیں اس لئے اس کے بارہ میں بھی مختصراً عرض کیاجاتا ہے۔

جمہورامت اورائمہ اربعہ کا مسلک

جمہورامت اورائمہ اربعہ کے نزدیک ایک مجلس میں بھی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اوراس پراجماع ہے، یہاں تک کہ اگرکوئی قاضی ان کے واقع نہ ہونے کا فیصلہ کردےتو وہ فیصلہ بھی نافذنہیں ہوگالیکن کچھ لوگوں نے بعض آیات واحادیث سے استدلال کرکے بزعم خوداس اجماع کےخلاف کرنا چاہاہے مختصراس کے بارہ میں بھی کچھ عرض کیاجاتا ہے۔

قرآن سے استدلال کا جواب

وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے الطلاق مرتان (پ۲)اس کا ترجمہ ان کے نزدیک ''مرۃ بعدمرۃ'' ہے یعنی طلاق ایک کے بعددوسری ہواکٹھی نہ ہو،لیکن اگر یہ ترجمہ مان بھی لیاجائے اورالطلاق مرتان میں مرتان کے معنی ''اثنان'' کی بجائے مرۃ بعدمرۃ ہی تسلیم کرلئے جائیں توان لوگوں کا یہ دعویٰ کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں پھربھی کسی طرح ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ ان لوگوں کے معنی کوتسلیم کرنے کے بعدزیادہ سے زیادہ جو

بات ثابت ہوگی وہ یہ ہوگی کہ ایک ہی لفظ میں ایک سے زیادہ طلاق نہ ہو بلکہ ایک کے بعد دوسری ہو، مگر اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ ایک مجلس میں ایک سے زیادہ طلاقیں واقع نہیں ہوتیں جو کہ ان لوگوں کا مدعا ہے۔

اگر ایک مجلس میں ایک لفظ میں ایک سے زیادہ طلاق نہ دی جائے بلکہ ایک مجلس میں مرۃ بعد مرۃ ایک کے بعد دوسری طلاق دیدی جائے تو اس کے واقع ہونے کا انکار کس دلیل سے کیا جائے گا، اسی طرح تیسری طلاق کے وقوع کا انکار کیسے ہوسکتا ہے؟۔

اب اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تو ان دونوں طلاقوں کو ان لوگوں کے نزدیک بھی واقع ہوجانا چاہے کیونکہ یہ یکبارگی ایک لفظ میں نہیں دی گئیں بلکہ مرۃ بعد مرۃ ایک کے بعد دوسری دی گئی ہے تو ان دونوں کے واقع ہونے میں کیا کلام ہے؟ کیونکہ آیت مبارکہ میں مجلس کے بدلنے کا تو ذکر نہیں ہے اور یہ تو نہیں فرمایا گیا کہ ایک مجلس میں ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دی جائیں اور اگر دی جائیں تو وہ ایک ہی شمار ہوں گی۔

اسی طرح اسی مجلس میں ان دونوں طلاقوں کے واقع ہوجانے کے بعد اگر اسی شخص نے تیسری مرتبہ کہہ دیا ''تجھ کو طلاق'' تو وہ تیسری طلاق بھی واقع ہوجانی چاہے کیونکہ یہ تیسری طلاق اس وقت واقع کی گئی ہے جبکہ دو طلاقیں ایک کے بعد ایک ایک کرکے واقع کی گئیں ہیں، یہ بالکل وہی ترتیب ہے جو قرآن کریم کی انہی آیات سے معلوم ہوتی ہے جن میں طلاق اور حلالہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اب ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک کہنا قرآن کریم کی رو سے کیسے صحیح ہوسکتا؟ دو طلاقوں کا ایک مجلس میں واقع ہونا تو اسی آیت طلاق کے لفظ مرتان سے ثابت ہوسکتا ہے، ایک لفظ سے دو ہوں یا دو لفظوں سے ہی مرۃ بعد مرۃ دو ہوں، مگر اس سے مجلس کا تبدیل کرنا تو لازم نہیں آتا ہوسکتا ہے کہ مجلس ایک ہی ہو، اور اگر تیسری طلاق اسی مجلس میں دی جائے تو اس کو بھی واقع ہوجانا چاہیے۔

حدیث سے استدلال کا جواب

کسی حدیث کے ایسے معنی بتلانا کیسے جائز ہوسکتا ہے جو قرآن کریم کے خلاف ہوں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات اور فیصلے کتب حدیث میں مذکور ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس طرح طلاق دینا اگر چہ شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف ہے اور اس وجہ سے طلاق دینے والا گنہگار بھی ہوتا ہے مگر تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، بعض ارشادات اور فیصلوں کا اجمالی بیان اوپر گذر چکا ہے۔

آیت مبارکہ سے ان استدلال کا حال تو معلوم ہوگیا کہ آیت سے ایک مجلس میں ایک سے زیادہ طلاقیں واقع نہ ہونے کا نہیں بلکہ واقع ہونے کا ثبوت ہوسکتا ہے، یہ لوگ دو حدیثوں کو بھی اپنے استدلال میں پیش کیا کرتے ہیں ان کا صحیح مطلب شارحین حدیث نے جو بیان فرمایا ہے ہم اس کا اس جگہ اجمالی طور پر ذکر کرتے ہیں اس میں غور کرنے سے ہی ان شاء اللہ تعالیٰ بات صاف ہوجائے گی۔

پہلی حدیث

ابوالصھباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اور عہد فاروقی کے ابتدا میں تین طلاقیں ایک تھیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''ہاں'' لیکن جب لوگوں نے بکثرت طلاق دینا شروع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تینوں کو نافذ کردیا (مسلم شریف ج ا ص ۴۷۸)

پہلا جواب

ابوداؤد کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت غیر مدخولہ (جس کے ساتھ ہمبستری نہ ہوئی ہو) کے بارہ میں ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن طاؤس ان رجلا یقال له ابوالصهباء کان کثیرالسوال لابن عباس قال اما علمت ان الرجل کان اذا طلق امراته ثلاثا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدة.....قال ابن عباس بلی الخ (ج ا ص ۲۹۶)

اس میں غیر مدخول بہا کی قید ہے یہ حکم علی الاطلاق نہ تھا اور محمل اس کا یہ ہے کہ غیر مدخولہ کو اگر تین لفظوں سے اس طرح طلاق دی جائے تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے

طلاق ہے تو پہلے ہی لفظ سے وہ بائنہ ہوجاتی ہے یعنی نکاح سے نکل جاتی ہے اور ایسی عورت پر عدت طلاق بھی واجب نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ طلاق کا محل نہیں رہتی اس بناپر دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوجاتی ہے۔

اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا کہ اگر تین طلاقیں دی جائیں تو ایک شمار ہوتی کیونکہ دوسری اور تیسری کا تو محل ہی نہیں رہتا تھا، آنحضرت ﷺ، صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ابتدائی سالوں میں غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا یہی طریقہ تھا مگر بعد میں لوگوں نے جلد بازی شروع کردی اور اس غیر مدخولہ کو علیحدہ علیحدہ لفظوں میں طلاق دینے کی بجائے ایک ساتھ ایک لفظ میں تین طلاق دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تین طلاقیں ہی ہوں گی (کہ انت طالق ثلاثا کہہ کر طلاق دی ہے اور یہ لفظ نکاح قائم ہونے کی حالت میں کہا ہے)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں مسئلہ نہیں بدلا گیا تھا بلکہ لوگوں نے غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا طریقہ بدل دیا تھا، جس طریقہ پر اس کو پہلے طلاق دی جارہی تھی اس طریقہ پر طلاق دینے کا حضرت عمر کے زمانہ میں بھی وہی حکم تھا اور اب بھی وہی حکم ہے جو حکم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں تھا، جب طلاق دینے کا طریقہ بدل دیا تو جو اس کا حکم تھا حضرت عمر نے اس کو ظاہر فرمادیا، اگر آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی اسی طریقہ سے طلاق دی جاتی یعنی ایک ساتھ ایک لفظ میں تین طلاقیں دی جاتیں تو اس وقت بھی اس کا حکم وہی ہوتا جو حضرت نے ظاہر فرمایا تھا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے خلاف کوئی حکم کیسے صادر فرما سکتے تھے؟ کیا وہ نص قرآنی: وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰہ ورسولہ ان یکون لھم الخیرة من امرھم الایة اور فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ وغیرہ آیات کے خلاف کرسکتے تھے؟

حضرت عمر خلفاء راشدین میں سے خلیفہ دوم ہیں آنحضرت ﷺ کی سنت پر شدت

کے ساتھ اتباع کرنے کے حریص تھے ان کی اتباع کرنے کا امت کو اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ ان کے عمل اور طریقہ سے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعیین اور توضیح ہوتی ہے، عہد نبوی میں اگر تین طلاقیں ایک تھیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بر خلاف حکم رسول ﷺ تینوں کو نافذ کرنے کا حکم کیسے فرما سکتے تھے، کیا وہ خلاف حکم رسول اور سنت رسول کے خلاف حکم جاری کر کے احداث فی الدین کا ارتکاب کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں، چنانچہ ابوداؤد شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں طلاق دینے کا طریقہ بدل گیا تھا اس لئے آپ نے اس کا حکم بتلا دیا، یہ بھی واضح رہے کہ یہ اختلاف حکم، اختلاف طریقہ ایقاع طلاق کی وجہ سے ہوا ہے اس میں مجلس کے ایک ہونے کا کوئی دخل نہیں ہے، اگر ایک مجلس کی بجائے غیر مدخولہ کو کئی مجلسوں میں علیحدہ علیحدہ الفاظ سے کئی طلاقیں دی جائیں پھر بھی وہ ایک ہی ہوگی۔

دوسرا جواب

حضور اکرم ﷺ اور صدیق اکبر اور حضرت عمر کے ابتدائی زمانہ میں جب انت طالق، انت طالق، انت طالق کہا جاتا تو عام طور پر دوسری اور تیسری سے تاکید مراد ہوتی تھی استیناف کی نیت نہ ہوتی تھی اور اس زمانہ میں لوگوں میں تدین اور تقویٰ، خوف آخرت، خوف خدا غالب تھا، دنیا کی خاطر دروغ بیانی اور دھوکا بازی کا خطرہ تک دل میں نہ آتا تھا، اس بنا پر ان کی بات کا اعتبار کر کے ایک طلاق کا حکم کیا جاتا تھا اس لحاظ سے اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ اس زمانہ میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں، پھر جوں جوں عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا تقویٰ اور خوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا اور پہلے جیسی سچائی، امانت داری اور دیانت داری نہ رہی اور دنیا اور عورت کی خاطر دروغ بیانی ہونے لگی، حضرت عمر نے جب یہ حالت دیکھی نیز آپ کی نظر اس حدیث پر بھی تھی اکرموا اصحابی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یظهر الکذب یعنی جیسے جیسے عہد نبوت سے دوری ہوتی جائے گی دینداری کم ہوتی رہے گی اور کذب ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موجودہ اور آئندہ حالات کو پیش نظر رکھ کر اصحاب کرام

سے مشورہ کیا کہ جب ابھی یہ حالت ہے تو آئندہ کیا حالت ہوگی، لوگ عورت کو الگ کر دینے کی نیت سے تین طلاقیں دیں گے اور پھر غلط بیانی کر کے کہیں گے کہ ہم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی، اب جو شخص تین مرتبہ طلاق دے گا ہم اسے تین ہی قرار دیں گے، صحابہ کرام نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہیں کی۔

چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں:

فلم ینکرہ علیہ منھم منکرولم یدفعہ دافع (ج ۲ ص ۳۲)

ان میں سے ان پر کسی نے انکار نہیں کیا اور نہ حضرت عمر کے ارشاد کو رد کیا۔

محقق ابن ہمام فرماتے ہیں:

لم ینقل عن احدمنھم انہ خالف عمرحین امضی الثلاث وھو یکفی فی الاجماع (حاشیہ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۵)

یعنی صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ منقول نہیں کہ حضرت عمر کا خلاف کیا ہو، اور اس قدر اجماع کیلئے کافی ہے۔

علامہ نووی نے اسی دوسرے جواب کو اس حدیث ابن عباس کی صحیح مراد اور صحیح تاویل کہا ہے، ان کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فلما کان فی زمن عمرو کثر استعمال الناس بھذہ الصیغۃ وغلب منھم ارادۃ الاستینا ف بھاحملت عند الا طلاق علی الثلاث عملابالغالب السابق الی الفھم (ج ۱ ص ۴۷۸)

جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کر دیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کے دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم کیا جاتا۔

پہلے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ یہ حدیث غیر مدخولہ کے بارہ میں ہے اور حضرت عمر کے زمانہ میں ایقاع طلاق کا طریقہ بدل گیا تھا اس لئے حکم بھی بدل گیا، اور دوسرے جواب کا خلاصہ

یہ ہوا کہ پہلے دوسرے تیسرے لفظ سے عموماً تاکید مراد ہوتی تھی پھر حضرت عمر کے زمانہ میں اس کا اکثر استعمال استیناف میں ہونے لگا تو غالب استعمال اور عرف کی بناء پر تاکید کا اعتبار نہیں کیا بلکہ استیناف پر محمول کر کے تین طلاقوں کے وقوع کا حکم لگا دیا گیا، عرف کے بدلنے اور غلبہ استعمال کی وجہ سے حکم میں تبدیلی ہوئی یعنی استیناف میں استعمال کا غلبہ ہوگیا اسی پر بعد مشورہ صحابہ کرام حکم دیدیا گیا، اگر اس معنی میں غلبہ استعمال آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہو جاتا تو آپ ﷺ بھی تین طلاقوں کے نفاذ کا حکم فرماتے۔

حدیث رکانہ

دوسری حدیث جس سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جارہا ہے وہ حدیث رکانہ ہے، لیکن خود حضرت رکانہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو لفظ ''البتہ'' سے طلاق دی تھی، پھر آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع دی آنحضرت ﷺ نے حضرت رکانہ سے فرمایا: واللّٰہ ماارادت الاواحدۃ اللہ کی قسم تم نے ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی؟ تو حضرت رکانہ نے کہا: واللّٰہ ماارادت الاواحدۃ خدا کی قسم میں نے لفظ البتہ سے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو تم نے نیت کی ہے اسی کا اعتبار ہے (ترمذی شریف ج ا ص ۱۴۰، ابن ماجہ ج ا ص ۱۴۹)

انہ طلق امرأتہ البتۃ فاتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال ما اردت قال واحدۃ قال آللّٰہ قال آللّٰہ قال ھوعلی ماارادت قال ابوداود وھذا اصح من حدیث ابن جریج ان رکانۃ طلق امراتہ ثلاثا لانھم اھل بیتہ وھم اعلم بہ وحدیث ابن جریج رواہ عن بعض بنی ابی رافع عن عکرمۃ عن ابن عباس (ابوداؤد ج ا ص ۳۱۸)

ایک مجلس میں اگر ایک ہی طلاق واقع ہوتی تو قسم دے کر ایک طلاق کی نیت متعین کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ حضور ﷺ فرمادیتے ایک کی نیت ہو یا تین کی، ایک مجلس کی وجہ سے یہ ایک ہی شمار ہوگی، سوال وجواب اور قسم لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر تین کی نیت

ہوتی تو تین ہی واقع ہوجاتیں ،لہٰذا یہ بات قطعاً غلط ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے ایک ہی واقع ہوتی ہے۔

اس واقعہ میں اگر تین طلاقیں واقع نہیں ہوئیں تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ یہ ایک مجلس میں دی گئی تھیں بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی ،اور یہ لفظ ''البتہ'' ایسا لفظ تھا جس میں نیت پر مدار تھا اور اس میں ایک سے تین طلاقوں تک کی گنجائش ہے ، ایک طلاق کی نیت ہوتو ایک اور تین کی نیت ہوتو تین واقع ہوتی ہیں ۔لہٰذا یہ حدیث رکانہ تو ایک مجلس میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کی ایک دلیل ہے اس لئے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کا ثبوت کسی طرح نہیں ہوتا ۔

مسلم شریف کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں:

''رہی وہ حدیث جس کو مخالفین بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں اور حضور ﷺ نے ان کو ایک قرار دیا ، یہ روایت ضعیف ہے مجہول راویوں سے مروی ہے اور حضرت رکانہ کی طلاق کے سلسلہ میں صحیح روایت وہی ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ انہوں لفظ ''البتہ'' سے طلاق دی تھی اور لفظ ''البتہ'' ایک اور تین دونوں کا احتمال رکھتا ہے (مدار نیت پر ہے اگر ایک طلاق کی نیت ہوتو ایک ہوتی ہے جیسے حضرت رکانہ نے ایک کی نیت کی تھی اور قسمیہ بیان کیا تھا اور اگر تین کی نیت ہوتو تین طلاق واقع ہوتی ہیں)اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس ضعیف روایت کے راوی نے یہ سمجھا ہو کہ لفظ ''البتہ'' کا مقتضی تین طلاقیں ہیں تو یہ سمجھ کر روایت بالمعنی کردی (کہ حضرت رکانہ نے تین طلاقیں دیں)مگر امام نووی فرماتے ہیں کہ راوی نے اس کے سمجھنے اور روایت بالمعنی کرنے میں غلطی کی (نووی ج ا ص ۴۷۸)

اور اگر بالفرض اس روایت کو تسلیم ہی کرلیا جائے تو اس کے معنی پہلی حدیث کی طرح وہی ہوں گے کہ زمانہ اقدس میں غلبہ تقویٰ وصلاح کی وجہ سے قسم کے بعد ایک کی نیت کا اعتبار کرلیا گیا یعنی استیناف کی بجائے تاکید پر محمول کرلیا جس کا زمانہ مابعد میں بوجہ غلبہ کذب وعدم صلاح کے اعتبار نہیں کیا جاتا ، جیسا کہ پہلے گذرا اور قسم لے کر ایک قرار دینا اس کی واضح دلیل

ہے کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں تین ہی ہوتی ہیں۔

یہ ہے حدیث رکانہ کی حقیقت محدثین کی نظر میں ایسی حالت میں اس حدیث کو ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک ہونے کے ثبوت میں پیش کرنا اور اس سے اپنے مدعی پر استدلال کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ تفصیل کیلئے فتاویٰ رحیمیہ ''ایک مجلس کی تین طلاقیں'' جلد پنجم ملاحظہ کی جائے، اور امداد الاحکام جلد دوم بھی ملاحظہ کی جائے۔

خلاصہ

الحاصل تین طلاقیں ایک ساتھ دینا یقیناً مذموم ہے اور سنت طریقہ کے خلاف ہے لیکن اگر کوئی ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیگا تو نافذ ہوجائیں گی اور وہ شخص گنہگار بھی ہوگا اور عورت اس پر حرام ہوجائے گی، شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی، تین طلاقوں کو ایک کہنا اجماع اور اہل سنت کے خلاف اور بدعت ہے:

قالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لاهل السنة وانما تعلق به اهل البدعة ومن لا يلتفت اليه لشذوذه عن الجماعة (حاشیہ ابوداؤد عن العینی ج ا ص ۲۹۷)

اس کہنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی اقتداء کا حدیث صحیح اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر میں حکم فرمایا گیا ہے اور جمہور صحابہ اور ائمہ مجتہدین کو گمراہ کہنا پڑتا ہے، اسی طرح تین طلاقوں کے بعد حلالہ کا مروجہ طریقہ اگرچہ مکروہ اور مذموم ہے اور گناہ بھی ہوتا ہے مگر اس سے عورت مطلقہ بالثلاث پہلے شوہر کیلئے حلال ہوجاتی ہے، فقط

واللہ اعلم

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

۱۴۱۶/۹/۳ھ

امام الکبیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ

اسلام کا فوجی نظام

الحمد للّٰہ و کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد !

استفتاء: جس طرح دنیا کی زندہ قومیں اپنے حفظ و بقاء کی خاطر تیر و تفنگ سے مسلح رہنا ضروری خیال کرتی ہے، کیا اسلام بھی اپنے تابعداروں کو اغیار کی خورد و برد سے بچانے کی خاطر کیل کانٹے سے لیس رہنے کا حکم دیتا ہے یا نہیں؟ بینوا من الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب: اسلام اپنے تابعداروں کو ہر شعبہ زندگی کی بہترین تعلیم دیتا ہے، اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی غرضیکہ ہر ایک چیز کا اسلام بہترین معلم ہے لہٰذا ناممکن ہے کہ اسلام اپنے متبعین کو ایسی تعلیم سے محروم رکھے، جس کے بغیر کوئی قوم دنیا میں زندہ رہ ہی نہیں سکتی اور نہ ہی اپنے وقار اور واجب التعظیم چیزوں کی حفاظت کر سکتی ہے۔ اس مختصر سی تحریر میں قرآن حکیم اور احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں فوجی تعلیم کا مسئلہ پیش کیا جائے گا۔

سبحٰنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم ط

(۱) فوجی تعلیم کے متعلق قرآن حکیم کے ارشادات کے مطابق ہر مسلمان کو اپنی حفاظت کا سامان تیار رکھنا ضروری ہے۔

قولہ تعالیٰ: واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللّٰہ وعدوکم واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللّٰہ یعلمھم وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللّٰہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون۔ (سورۃ انفال)

ترجمہ: اور اپنے دشمنوں کے ضرر سے بچنے کے لئے جتنی قوت جمع کر سکو تیار رکھو اور پلے ہوئے گھوڑوں سے اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا۔

لفظ قوۃ کی تفسیر

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی (ترجمہ) خبردار قوت سے مراد رمی یعنی وہ چیز ہے جسے دور پھینک کر دشمن کو مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دور سے پھینک کر صرف تیروں سے لڑائی ہوتی تھی، اس لئے لوگوں نے رمی کی تیری اندازی سے تفسیر فرمائی ورنہ اصل مقصد یہ ہے کہ وہ آلات جنگ تیار رکھے جائیں جو لڑائی میں دشمن کو مغلوب کرنے میں کام آسکیں۔

(۲) ہر مسلمان کا فرض ہے جب وہ باطل کے مقابلہ اور دشمن سے جنگ کیلئے بلایا جائے فوراً حاضر ہو۔

قولہ تعالی :یایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللّٰہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیٰوۃ الدنیا من الاٰخرۃ فما متاع الحیٰوۃ الدنیا فی الاٰخرۃ الا قلیل الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللّٰہ علی کل شیء قدیر (سورۃ توبہ رکوع نمبر ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے ہو زمین پر کیا خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں نفع اٹھانا دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا اگر تم نہ نکلو گے تو دیگا تم کو عذاب دردناک اور بدلے میں لاوے گا اور لوگوں کو تمہارے سوا اور کچھ نہ بگاڑ سکو گے تم اس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے۔

(۳) ہر مسلمان حصول رضا الٰہی اور دشمن کو شکست دینے کیلئے جان اور مال دونوں چیزیں خرچ کردے۔

قولہ تعالٰی : انفروا خفافا وثقالا وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللّٰہ ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (سورۃ توبہ رکوع نمبر ۲)

ترجمہ: نکلو ہلکے اور بوجھل اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرو یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔

(۴)ضرورت کے وقت جان اور مال دینے سے جی چرانا علامت نفاق ہے۔

قولہ تعالی:لا یستأذنك الذین یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخران یجاھدوا باموالھم وانفسھم واللّٰہ علیم با لمتقین انما یستأذنك الذین لا یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون (سورۃ توبہ رکوع نمبر ۷)

ترجمہ:نہیں رخصت مانگتے (بوقت ضرورت) تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس سے کہ لڑیں اپنے مال وجان سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈروالوں کو وہی مانگتے ہیں تجھ سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں۔

قولہ تعالی:انماالمؤمنون الذین امنوا باللّٰہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ اولئك ھم الصٰدقون (سورۃ حجرات رکوع نمبر۳)

ترجمہ: ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے وہ لوگ جو ہیں وہی ہیں سچے۔

(۵)مسلمان محض اپنے مالک کی رضا کیلئے جان ومال دیتا ہے یہ دونوں چیزیں اب اس کی نہیں رہی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے خرید لی ہیں لہٰذا اب اس کو ان کے بچانے اور مالک کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

قولہ تعالی :ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التورۃ والانجیل والقران ومن اوفی بعھدہ من اللّٰہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذٰلك ھو الفوز العظیم (سورۃ توبہ رکوع نمبر۱۴)

ترجمہ:بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کے مال اور جانیں بہشت کے عوض میں خرید لی ہیں،اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑائی کریں گے پھر یہ لوگ کفار کو قتل بھی کریں گے اور قتل بھی کئے جائیں گے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ سچا ہے توراۃ انجیل اور قرآن میں بھی کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ

سے بڑھ کر اپنے وعدے کا ایفاء کرنے والا کون ہو سکتا ہے سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑے کامیابی۔

(۶) کوئی مسلمان کسی مسلمان کو (بجز اجازت شرعی) قتل کرے گا تو خدا تعالیٰ کے غضب اور لعنت اور دوزخ کا مستحق ہوگا۔

قوله تعالى : ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاء ه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعدله عذابا عظيما (سورہ نساء رکوع نمبر ۳۱)

ترجمہ: اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب۔

احادیث نبویہ متعلقہ جہاد

دارالاسلام اور ملت اسلامیہ کی حفاظت سے جی چرانا علامت نفاق ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق (رواه مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جو شخص بغیر غزوہ (جنگ دشمنان اسلام بصورت وقوع) اور بغیر ارادہ جنگ دشمن (بصورت عدم وقوع) مر گیا وہ ایک قسم کے نفاق کی حالت میں مرا۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من لقى الله بغير اثر من جهاد لقى الله وفيه ثلمة (رواہ ترمذی)۔ ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی (یعنی مرا) اور اس (کے اعمال) میں جہاد کا کوئی اثر نہ پایا گیا تو اس کے ایمان میں نقص ہوگا۔

(۲) ملت اسلامیہ کی حفاظت کیلئے تیاری کی ترغیب

عن ابی هر يرة قال قال رسول الله ﷺ من احتبس فرسا فى سبيل الله ايمانا با لله وتصديقا بو عده فان شبعه وريه وروثه وبوله فى ميزانه يوم القيامة (رواہ بخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد وغیرہ) گھوڑا باندھ رکھا اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے اور اس کے وعدہ کی تصدیق کرنے کے خیال سے پس تحقیق اس کا کھانا اور پانی اور لید اور پیشاب اس پالنے والے کے ترازو (اعمال صالحہ) میں قیامت کے دن شمار کئے جائیں گے (انتہی)

اسلامی نقطہ نگاہ میں فوجی کی عزت

عن سهل بن سعد عن النبی ﷺ قال الروحة والغدوة فی سبیل اللّٰه افضل من الدنیا وما فیها (رواہ البخاری)

ترجمہ: سہل بن سعد سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا دن کا پچھلا حصہ یا پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی دشمنوں سے جنگ وغیرہ میں) خرچ کرنا ساری دنیا اور جو چیز اس میں ہے سب سے بہتر ہے (انتہی)

فقہائے عظام کے ہاں ملکی عزت وملی حفاظت کی فوجی خدمت کیلئے تیاری ہر مسلمان پر فرض ہے۔ هو فرض كفاية كل ما فرض لغيره فهو فرض كفاية اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عين (الدر المختار) جہاد فرض کفایہ ہے جو چیز کسی دوسری غرض سے لازم کی جائے تو وہ فرض کفایہ ہوتی ہے بشرطیکہ بعض کے ادا کرنے سے مقصد حاصل ہو جائے ورنہ فرض عین ہوگی۔ قوله هو فرض كفاية قال فی الدر المنتقی وليس بتطوع اصلا هو الصحيح فيجب على الامام ان يبعث سرية الى دار الحرب كل سنة مرة او مرتين وعلى الرعية اعانته الا اذا اخذا الخراج فان لم يبعث كان كل الاثم عليه الخ (رد المحتار)

ترجمہ: جہاد فرض کفایہ ہے درالمنتقی والے نے کہا ہے کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ جہاد کو نفلی عبادت ہرگز نہیں کہا جا سکتا لہٰذا امام پر واجب ہے کہ سال میں ایک یا دو مرتبہ دشمنان اسلام پر لشکر بھیجے اور رعایا پر اس کی مدد لازم ہے ہاں اگر خراج لے کر دشمنوں سے صلح کر لے تو پھر لشکر کشی کی ضرورت نہیں رہے گی اگر امام دارالحرب پر لشکر کشی نہیں کرے گا تو سارا گناہ اسی پر ہوگا (انتہی)

الحاصل: قرآن حکیم کی آیات بینات احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور تصریحات فقہاء عظام سے صاف طور پر واضح ہو چکا ہے کہ ہر مسلمان (بشرطیکہ جسمانی نقائص کی وجہ سے معذور نہ ہو) کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال اور جان دینے کیلئے ہر وقت تیار رہے جب کبھی ضرورت پیش آئے تو کبھی جی نہ چرائے ہوس ملک گیری کیلئے میدان جنگ میں نہ جائے بلکہ مالک حقیقی عزاسمہ وجل مجدہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے جائے گویا کہ ہر مسلمان فوج الٰہی کا ریزرو (مخصوص) سپاہی ہے۔

مسلمانان پاکستان کا فرض

برادران اسلام! جس طرح قرآن حکیم میں دوسرے فرائض کیلئے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے مثلاً اقیموا الصلوۃ نماز پڑھو۔ اتوا الزکوۃ زکوۃ دو، بعینہ اس طرح اسلام کی حفاظت کیلئے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اعدو الھم ما استطعتم من قوۃ (جہاں تم ممکن ہو سکے اعداء اسلام کے مقابلہ کے آلات جنگ اور ان کا علم اور مشق تیار رکھو) لہٰذا مسلمان کا فرض ہے کہ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی طرح اپنی حفاظت کا سامان بھی تیار رکھے۔

مشورہ

میں ہرگز نہیں کہوں گا کہ جس ہتھیار کا رکھنا قانوناً جرم ہے وہ رکھا جائے اور اس کی مشق کی جائے البتہ یہ ضروری ہے کہ جو چیز قانون کے دائرہ کے اندر رہ کر مسلمان رکھ یا کر سکتا ہے وہ ضرور رکھے اور کرے مثلاً جن مسلمانوں کو قانوناً بندوق رکھنے اور چلانے کی اجازت ہے وہ بندوق رکھیں جو تلوار رکھ سکتے ہیں وہ تلوار رکھیں اور ان ہتھیاروں کا استعمال سیکھیں اور جنہیں ان چیزوں کے رکھنے کی قانوناً ممانعت ہے وہ کوشش کریں کہ قانون ان کی شرعی ضرورت کو پورا کر لے۔

پروانہ امن

ہر قوم کیلئے ہتھیار پروانہ امن ہے جس قدر کوئی قوم کیل کانٹے سے لیس ہوگی اسی قدر اس کا رعب ہوگا اور وہ دوسری قوموں کی غاصبانہ نگاہوں سے محفوظ اور ان کی دستبرد سے مامون رہے گی۔ یایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا، اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ وما علینا الا البلاغ۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

نمائندگان اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کی تحریر کا تحقیقی جائزہ (قسط۲)

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور عبارات اکابر

المہند علی المفند میں حیات النبی ﷺ کے متعلق جو عقیدہ لکھا ہے اہل سنت والجماعت اور علماء دیوبند کا یہی عقیدہ ہے چنانچہ اس سلسلہ کی بعض عبارات ذیل میں پیش خدمت ہیں:

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: المعتقد المعتمد انه صلى الله عليه وسلم حي في قبره كسائر الانبياء في قبورهم احياء عندربهم وان لارواحهم تعلقابالعالم العلوى والسفلى كما كانوا في الحال الدنيوى فهم بحسب القلب عرشيون باعتبار القالب فرشيون (شرح شفاج ۲)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس رادروے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی (اشعۃ اللمعات ج۱)

علامہ نورالحق دہلوی تیسیر القاری شرح بخاری میں ارقام فرماتے ہیں: قول مختار ومقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد اذاقت موت زندہ بحیات دنیوی (ج ۳ص ۲۶۲)

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد رشید مولانا قطب الدین خان دہلوی مظاہر حق میں لکھتے ہیں: زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام قبروں میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے (ج ا ص ۴۴۳)

حجۃ الاسلام حضرت قاسم العلوم والخیرات فرماتے ہیں: انبیاء کرام کو انہی اجسام دنیوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں (لطائف قاسمی ص ۳)

حضرت قطب عالم ابوحنیفۂ وقت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں: آپ

اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں نبی اللہ حی یرزق اس مضمون حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ آب حیات میں بما لامزید علیہ ثابت کیا ہے (ہدایۃ الشیعہ ص ۱۸)

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ بذل المجہود میں تحریر فرماتے ہیں: ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم ولا فرق بین ان یکون فوق الارض اوتحت حجابھا (ج ۲ ص ۱۱۷)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یرید بقولہ "الانبیاء احیاء" مجموع الاشخاص لا الروح فقط (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فتح الملہم میں فرماتے ہیں ولا یتوھم من ھذا انکار حیاتہ فی قبرہ الشریف فان لروحہ صلی اللہ علیہ وسلم اشراقا علی البدن المبارک المطیب واشراقا وتعلقا بہ (ج ۳ ص ۴۲۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خودنوشت سوانح "نقش حیات" میں بغیر تعلق روح فقط جسم نبوی کے محفوظ ہونے کا قائل نجدی فرقے کو قرار دیا ہے اور حضرات اکابر علماء دیوبند کو نہ صرف یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور روح وجسم کے درمیان تعلق کا قائل بتلایا ہے بلکہ ان حضرات کو اس کا ثابت کرنے والا اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرنے والا فرمایا ہے (نقش حیات ج ۱ ص ۱۰۳)

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی قدس سرہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں: جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کی حیات برزخی روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے بالکل مماثل ہے بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں ہیں ..... صرف حیات روحانی کا قول جمہور علماء امت کے خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیت کوئی مستقل مذہب نہیں جمہور اہل سنت والجماعت کے مکمل اتباع ہی کا نام دیوبندیت ہے جو عقیدہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے وہ دیوبندیت کے بھی خلاف ہے (الصدیق ملتان جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ)

مخدوم العلماء حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :
احقر اوراحقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جوالمہند میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورتمام انبیاء بجسد عنصری زندہ ہیں جوحضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں (الصدیق ج ۱، ۸۷ھ)

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن سابق مفتی دارالعلوم دیوبند ارقام فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مزار مبارک میں بجسدہ موجوداورحیات ہیں آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہوکر جوسلام کرتا ہے اوردرود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اورسلام کا جواب دیتے ہیں (الصدیق ملتان)

شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ارقام فرماتے ہیں : تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کومحسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ حیات حسی اورجسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اورمعنوی حیات تو عام مؤمنین بلکہ ارواح کفار کوبھی حاصل ہے (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ص ۲۷۸)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رسالہ فضائل درودشریف میں فرماتے ہیں : اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درودروح مبارک اوربدن مبارک دونوں پرپیش ہوتا ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ المہند میں تحریر کردہ عقیدہ تمام اسلاف اوراخلاف علماء دیوبند کا متفقہ اوراجماعی عقیدہ ہے۔

کتاب ''المہند'' کی عقائدی حیثیت

اہل بدعت کی طرف سے جب علماء حق اکابراہل سنت والجماعت علماء دیوبند پر بیجا الزامات اوراعتراضات کئے گئے اورخودساختہ عقائداورمنگھڑت نظریات ان کی طرف منسوب کرکے ان پر کفر کے فتوے لگائے گئے اورعلماء حرمین شریفین سے ان پرتصدیق حاصل کرکے اس فتویٰ کوہندوستان میں شائع کیا گیا تواصل صورت حال معلوم کرنے کیلئے علماء حرمین نے اکابر علماء دیوبند سے چھبیس سوالات کے جواب طلب کئے ان کے تفصیلی جواب ملنے پرعلماء حرمین نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کیااوران جوابات کی تصدیق فرمائی یہ جوابات ''المہند علی المفند''

کے نام سے شائع ہوئے جنہیں شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری شارح ابی داؤد وخلیفۂ ارشد حضرت اقدس قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے تحریر فرمایا اور حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہ سے لے کر مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تک سب حضرات نے ان جوابات پر تصدیق فرمائی۔

کتاب مستطاب ''المہند'' میں مندرجہ عقائد کی حیثیت صرف اتنی نہیں کہ وہ کسی فرد یا کسی شخص کی ذاتی یا انفرادی نظریہ اور عقیدہ ہے بلکہ وقت کے اجلہ علماء ومحدثین اور متکلمین نے ان عقائد کو دیوبند کے تحقیقی مسلک کے طور پر اور وہ بھی بحیثیت ''جماعتی مسلک دیوبند'' کے پیش کیا تھا اس لئے المہند علماء دیوبند کے عقائد معلوم کرنے کیلئے ایک تحریری دستاویز اور متفقہ مسلکی وثیقہ نیز مسلک دیوبند کے دیکھنے اور جانچنے کیلئے بمنزلہ آئینہ اور کسوٹی کے ہے اور مسلک دیوبند کی سرکاری ترجمان ہے جس کا تسلیم کرنا دیوبندیت اور جس سے انحراف مسلک دیوبند سے گریز ہے۔ ذیل میں المہند سے بعض اکابر کی تصدیقات کے ضروری اقتباس نقل کئے جاتے ہیں جن سے واضح ہے کہ المہند میں مندرجہ نظریات سے یہ حضرات حرف بحرف متفق ہیں اور ان کے یہی عقائد ہیں:

1۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی: وھو معتقدنا و معتمد مشائخنا جمیعا لا ریب فیہ۔

2۔ حضرت مولانا سید احمد حسن امروہی: و کل ذلك ھو معتقدنا و معتمد مشائخنا وساداتنا اماتنا اللّٰہ علیہ و حشرنا مع عبادہ المخلصین المتقین ۔

3۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن دیوبندی مفتی اعظم دیوبند: ھو الحق عندی ومعتقدی ومشائخی۔

4۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ: نقربہ ونعتقدہ واو کل امر المفترین الی اللّٰہ۔

5۔ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری: وھو معتقدی ومعتقد مشائخی۔

6۔ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی: رأیت الاجوبۃ کلھا فوجدتھا حقۃ صریحۃ لا یحوم حول سرادقاتھا شك ولا ریب وھو معتقدی و

متعقدمشائخی۔

نیز مصنف علام حضرت سہارنپوری قدس سرہ بھی ''المہند'' کے مندرجات کو اپنے عقائد اوردین وایمان قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:ھذاالذی ذکرنافی الجواب ھو ما نعتقدہ وندین اللّٰہ تعالٰی بہ۔

غرضیکہ تمام اکابران کو اپنے اوراپنے مشائخ کے عقائد بیان کرتے ہوئے ان کا اقرار فرمارہے ہیں اورانہیں کتاب وسنت،اجماع امت اورائمہ کرام کے مذہب کے مطابق سمجھتے ہیں، چنانچہ کتاب کے آغاز میں اس اصول کوانہوں نے یوں بیان فرمایا ہے:

انالانتکلم بکلام ولانقول قولافی الدین الاوعلیہ عندنادلیل من الکتاب اوالسنۃ اواجماع الامۃ اوقول من ائمۃ المذھب (ص ۳۰)

معلوم ہوا کہ یہ عقائد کسی کی ذاتی رائے نہیں بلکہ قرآن وسنت،اجماع امت پرمبنی ہیں جن کوتسلیم کرنا ضروری ہے۔

''المہند''پرتصدیق کرنے والے اکابر کے بعدان کے تلامذہ اور متعلقین نے بھی ان عقائد کی بھرپورتصدیق فرمائی اورالمہند کے مندرجات کوقبول فرمایا چنانچہ جب المہند کا خلاصہ ''عقائدعلماء دیوبند'' کے نام سے ۱۳۸۸ھ میں حضرت اقدس والد ماجد فقیہ العصر یادگار اسلاف مولانا مفتی عبدالشکورترمذی قدس سرہ نے تیارفرمایاتواس پرحضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمدطیب صاحب قاسمی ،حضرت علامہ ظفراحمدعثمانی ،حضرت مفتی اعظم مفتی محمدشفیع صاحب دیوبندی،حضرت مولانا خیرمحمدصاحب جالندھری،حضرت مولانا عبدالحق صاحب،حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانی،حضرت علامہ محمدیوسف بنوری،حضرت مولانا مفتی محمودصاحب وغیرہ سب حضرات نے تصدیق فرمائی اورالمہند کے عقائدکوتسلیم فرمایا، پھران کے تلامذہ کرام جنہوں نے دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سیدحسین احمدمدنی قدس سرہ اوردیگرعلماء کرام سے شرف تلمذحاصل کیاانہوں نے بھی اس پردستخط فرمائے جن میں حضرت علامہ سرفرازخان صفدر،حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی ،حضرت قاضی مظہرحسین صاحب ، حضرت مولانا عبیداللہ صاحب قاسمی مدظلہم ،حضرت علامہ عبدالستارصاحب تونسوی،حضرت

علامہ شیخ محمد سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم اور دیگر علماء کرام شامل ہیں، موجودہ دور کے علماء دیوبند میں مشاہیر علماء کرام کی تصدیقات بھی خلاصۃ المہند پر ثبت ہیں۔

حضرت علامہ خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہما سے لے کر آج تک کے تمام علماء دیوبند (جن کا دور تقریباً سو سال پر محیط ہے) ان عقائد پر متفق ہیں اور ''المہند'' کو مسلکی عقائدی وثیقہ اور دستاویز تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ تفصیل بالا سے واضح ہے مگر نمائندگان اشاعۃ التوحید والسنۃ اس کے باوجود اسے معیار دیوبندیت قرار دینے پر معترض اور خلفشار کا باعث اور وفاق المدارس کو نقصان کا سبب قرار دینے پر مصر ہیں اناللہ، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اہل انصاف ارباب دانش غور فرمائیں کہ کیا اسی کا نام دیوبندیت ہے اور کیا نمائندگان اشاعۃ اب بھی دیوبندی ہیں؟

سمجھوتۂ راولپنڈی اور اشاعۃ التوحید والسنۃ کی توثیق

بعض علماء حضرات نے مسئلہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح بعض دیگر مسائل میں جب علماء دیوبند سے اختلاف کیا اور اس باہمی اختلاف نے خلفشار کی صورت اختیار کر لی تو حضرت اقدس حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمہ اللہ نے فریقین کی باہمی صلح اور نزاع کے خاتمہ کیلئے جو تجویز فرمائی جس پر فریقین نے دستخط کئے وہ حضرت قاری صاحب کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

عامۃ المسلمین کو فتنہ ونزاع وجدال سے بچانے کیلئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کے ہر دو ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں یہ مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا ضرورت پڑنے پر عوام کے سامنے پیش کر دیا جاوے تفصیلات پر زور نہ دیا جائے عبارت مجوزہ حسب ذیل ہے:

وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ

وسلام سنتے ہیں۔ محمد طیب حال وارد راولپنڈی ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء محمد علی جالندھری
لاشے غلام اللہ نور محمد خطیب جامع قلعہ دیدار سنگھ ۱۸ر محرم ۱۳۸۲ھ (از تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

فریقین کی اس متفقہ عبارت میں برزخ سے قبر شریف کا مراد ہونا اور روح مبارک کے تعلق سے دنیوی جسد اطہر میں حیات کا حصول اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس کے پاس سے صلوٰۃ وسلام سننے کو فریقین نے واضح طور پر تسلیم کرلیا ہے اسی کو المہند میں حیات دنیویہ برزخیہ کہا گیا ہے اس متفقہ تحریر پر اس وقت کے صدر اشاعۃ التوحید حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم (والد ماجد مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب) اور ناظم اعلیٰ اشاعۃ التوحید حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم کے دستخط موجود ہیں ان دونوں حضرات کے اس فیصلہ کو جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نمائندہ اجتماع (جس میں ۸۴ علماء کرام نے شرکت فرمائی) میں جب پیش کیا گیا تو اراکین اجتماع نے جن الفاظ میں اس کی توثیق کی اس کا متن یہ ہے:

(3) جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا یہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز توڑا نہ جائے (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے) (ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۶۲ء)

جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی قرارداد سے ثابت ہوا کہ یہ صلح کسی شخص واحد کی ذاتی صلح نہ تھی بلکہ پوری جماعت کو اس سے اتفاق تھا مگر سخت حیرت ہے کہ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے موجودہ نمائندگان کو اپنی جماعت کے صدر، ناظم اعلیٰ اور ۸۴ علماء کرام کی قرارداد سے اتفاق نہیں ہے اور جس چیز کو اس وقت فریقین نے خلفشار اور نقصان کے خاتمہ کیلئے بطور فارمولا تسلیم کیا تھا یہ نمائندگان اسے خلفشار اور نقصان کا سبب قرار دے رہے ہیں۔

کیا موجودہ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ جس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہے اور جس کے تسلیم کرنے سے نزاع ختم ہوتا ہے اس کے قبول کرنے سے انحراف کیا جائے؟ اگر موجودہ ملکی حالات اور مدارس پر موجودہ افتاد کا یہ تقاضا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو کیا پھر سلامتی اسی میں نہیں ہے

کہ امت کو خلفشار سے بچایا جائے اور جو عقائد ان کے اسلاف و اخلاف کے مابین متفقہ طور پر چلے آرہے ہیں انہیں تسلیم کرلیا جائے؟ اگر نمائندگان اشاعۃ التوحید اس میں مخلص ہیں تو انہیں اس پر پوری سنجیدگی اور دیانت داری سے غور کرنا چاہئے امت کو انتشار سے بچانے کا اس کے علاوہ آخر اور کون سا طریقہ ہے؟ پھر یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ جمہور امت کے مقابلہ میں چند افراد کی ذاتی رائے اور تجویز کو مانتے ہوئے متفقہ نظریات کو نظر انداز کرنے کا کوئی عقلی وشرعی جواز ہے جس کا مطالبہ یہ نمائندگان عاملہ کے معزز اراکین سے فرمارہے ہیں، فاعتبروا یااولی الابصار۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا تاریخ ساز اقدام

عرصہ دراز سے اس بات کی ضرورت تھی کہ اکابر علماء دیوبند کی متفقہ مسلکی عقائدی دستاویز المہند کو دیوبندیت کیلئے معیار اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے الحاق کیلئے شرط قرار دیا جائے تاکہ اکابر کے مسلک وتحقیق سے اختلاف رکھنے والے نام نہاد دیوبندی اور حقیقی دیوبندی میں امتیاز اور واضح فرق ہوجائے ظاہر ہے کہ اس کیلئے المہند سے زیادہ بہتر اور کوئی کتاب نہیں ہوسکتی لیکن افسوس کہ اب تک ایسا نہ ہوسکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے انحراف اور ان کی متفقہ تحقیقات سے اختلاف کے باوجود بہت سے حضرات نے دیوبندی مسلک کے وفاق سے الحاق کرالیا اور امتحان میں شرکت کے بعد اسناد بھی حاصل کرلیں حالانکہ یہ حضرات قطعاً دیوبندی نہیں لیکن دیوبندیت کے نام پر ہر طرح کا فائدہ اٹھارہے ہیں جبکہ مسلک دیوبند ان کی وجہ سے بدنام ہورہا ہے اس لئے وقت کی یہ اہم ضرورت تھی کہ اس فتنہ کا سدباب کیا جائے حق تعالیٰ ارباب وفاق بطور خاص رئیس وفاق حضرت اقدس استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان حضرات گرامی قدر نے ''المہند'' کو وفاق سے الحاق اور بقاء الحاق اور دیوبندیت کیلئے معیار قرار دینے کا اعلان فرما کر بہت بڑی ضرورت کو پورا فرمایا ہے، جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

بلاشبہ ارباب وفاق بطور خاص حضرت رئیس دامت برکاتہم اس تاریخ ساز اقدام پر مبارکباد کے مستحق ہیں اس موقع پر بے ساختہ یہ کہنے کو جی چاہتا ہے ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند،

هکذا تکون همة الرجال وعزیمة الابطال کثراللّٰہ تعالیٰ فینا امثالهم۔

تمام اراکین عاملہ وشوریٰ کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس نہایت مستحسن اورضروری اقدام کی زبردست وبھرپورتائید کرکے اس تاریخی فیصلہ میں حصہ لے کر تحفظ مسلک کا اہم فریضہ سرانجام دیں، وفقهم اللّٰہ تعالیٰ لذلك وجزاهم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء ۔

قوی امید ہے کہ جیسے آج سے ایک سوسال قبل ہمارے اکابر نے المہند لکھ کر اہل ہوئی کی وھابیہ اوراہل بدعت کی افتراء پردازی اورغلط عقائدونظریات کا قلع قمع کرتے ہوئے اپنے صحیح عقائداورمسلک کا برملا اظہارفرمایااورمصلحتوں کے علی الرغم نہایت مستحسن اندازمیں احقاق حق وابطال باطل کافریضہ انجام دیاتھااسی طرح ارباب وفاق المدارس بھی تمام مصالح اور ظاہری منافع وفوائد سے قطع نظراکابر کے مسلک وعقائد کے تحفظ کا اہم فریضہ سامنے رکھتے ہوئے کتاب ''المہند کودیوبندیت کامعیار'' قراردینے کا قانون منظورفرمائیں گےاوراس طرح نام نہاددیوبندیوں کی ریشہ دوانیوں سے مسلک دیوبندکا سدباب فرماکرتاریخ کاایک سنہری باب رقم فرماویں گے۔ایک صدی کے بعد یہ کارنامہ مسلک کے تحفظ اورکابر کی خدمات کی قدردانی کے ساتھان کی ارواح طیبہ کی مسرت وشادمانی کاباعث اوراپنے لئے ایک زبردست صدقہ جاریہ ہوگااللہ تعالیٰ بسہولت اس کے اسباب مہیا فرماویں اورغیب سے مددونصرت فرماویں، آمین۔

آخرمیں ارباب وفاق سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ''المہند'' کودیوبندیت کیلئے معیار قراردینے کی قانون سازی کے ساتھ اگراصل کتاب کوشرح عقائد کے ساتھ تدریس میں شامل فرماکرباقاعدہ وفاق کی طرف سے اس کاامتحان بھی رکھ دیاجائے تو یہ اوربھی زیادہ بہتر ہوگا۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیرخلقه محمدواله واصحابه اجمعین الی یوم الدین

دعاجو:

احقرسیدعبدالقدوس ترمذی غفرلہ

خادم طلبہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ ۱۴/جولائی ۲۰۰۴ء

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط ۱۹)

مال غنیمت کی تقسیم

قولہ تعالیٰ :واعلموا ان ماغنمتم من شیء فان للہ خمسہ

الکلام فی قسمۃ الغنائم

قال الامام ابوبکر الجصاص :قال اللہ تعالیٰ "واعلموا ان ماغنمتم من شئی فان للہ خمسہ" قال فی آیۃ اخریٰ " فکلوا مما غنمتم حلالاطیبا" ۱۵۰ فروی عن ابن عباس ومجاھد ان ھذہ الآیۃ ناسخۃ لقولہ تعالیٰ قل الانفال للہ والرسول وذلک لانہ قد کان جعل النبی ﷺ ینفل مااحرزوہ بالقتال لمن شاء فی الناس لاحق لاحدفیہ الامن جعلہ النبی ﷺ لہ وان ذلک کان یوم بدر فقال النبی ﷺ ھذاالسیف لیس لی ولالک ثم لمانزل قل الانفال للہ والرسول دعاہ وقال انک سالتنی ھذاالسیف ولیس ھولی ولالک وقدجعلہ اللہ لی وجعلتہ لک وحدیث ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ ھو ماحدثناعنہ الباقی بسندہ قال کان یوم بدر فجعل مابین من المسلمین فاصابوا من الغنائم فقال رسول اللہ ﷺ لم تحل الغنائم لقوم سود الرؤس قبلکم کان النبی اذاغنم ھوواصحابہ جمعوا غنائمھم ونزل من السماء نارفتأ کلھافانزل اللہ تعالیٰ لولاکتاب من اللہ سبق لمسکم فیمااخذتم عذاب عظیم فکلوامما غنمتم حلالاطیبا وقال حدثنا محمد بن بکربسندہ قال حدثنی ابن عباس قال حدثنا عمر بن الخطاب قال لما کان یوم بدر فاخذ النبی ﷺ الفداء فانزل اللہ تعالیٰ

”ماکان لنبی ان یکون له اسریٰ “ الی قوله تعالیٰ لمسکم فیما اخذتم من الفداء ثم احل لهم الغنائم فاخبر فی هذین الخبرین ان الغنائم انما احلت بعد وقعة بدر وهذامرتب علیٰ قوله تعالیٰ قل الانفال لله والرسول وانها کانت موکولة الی رأی النبی ﷺ فهذه الآیة اول آیة ابیحت بهاالغنائم علیٰ جهة تخییر النبی ﷺ فی اعطائها من رای ثم نزل قوله تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وقوله تعالیٰ فکلوا مما غنمتم حلالا طیباوانه فداء الاساری کان بعدنزول قوله تعالیٰ قل الانفال لله والرسول وانما کان النکیرعلیهم فی اخذ الفداء من الاسریٰ بدیا ولادلالة فیه علیٰ ان الغنائم لم تکن قداحلت قبل ذلک علی الوجه الذی جعلت للنبی ﷺ لانه جائز ان تکون الغنائم مباحة وفداء الاسریٰ محظورا

قال ابوحنیفة لایجوز مفادة اسری المشرکین

وکذلک یقول ابوحنیفة انه لاتجوز مفاداة اسری المشرکین ویدل علیٰ ان الجیش لم یکونوا استحقوا قسمة الغنیمة بینهم یوم بدر الابجعل النبی ذلک لهم ان النبی ﷺ لم یخمس غنائم بدر ولم یبین سهام الفارس والراجل الی ان نزل قوله تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه فجعل بهذه الآیة اربعة اخماس الغنیمة للغانمین والخمس للوجوه المذکورة ونسخ به ماکان للنبی ﷺ من الانفال الاماکان شرطه قبل احراز الغنیمة نحوان یقول من اصاب شیئا فهوله ومن قتل قتیلا فله سلبه لان ذلک لم ینتظمه قوله تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شئی اذلم یحصل ذلک غنیمة لغیر آخذه اوقاتله وقد اختلف فی النفل بعداحراز الغنیمة

حضرت مفتی صاحب سورۂ انفال کی آیت واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه کے تحت علامہ ابوبکر جصاص کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

اس آیت میں تقسیم غنائم پر کلام ہے، آیت مبارکہ **واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ** اوردوسری آیت **فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا**" مال غنیمت میں مجاہدین کا حصہ بھی ہے" میں حضرت ابن عباس اور مجاہد سے مروی ہے کہ:

یہ آیت ناسخ ہے اور منسوخ آیت **قل الانفال للہ والرسول** ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد سے جو حاصل ہوتا تھا اس کو جمع کر کے لوگوں میں سے جس کو جتنا چاہتے تھے عطا فرماتے تھے، غزوہ بدر میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار کے بارے فرمایا کہ: یہ نہ میری ہے اور نہ تیری ہے، تو اللہ تعالیٰ نے قل الانفال للہ والرسول نازل فرمائی۔

آپ نے فرمایا کہ یہ تلوار نہ تیری تھی نہ میری لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمادیا کہ یہ میری ہے اب تو نے چونکہ اس کا سوال کیا تھا تو اب میں یہ تجھے دیتا ہوں۔ اس کے بعد بہت سی روایات اس مسئلہ کے استدلال میں ذکر فرمائیں۔

ایک اہم مسئلہ یہ بھی ذکر فرمایا کہ: امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ: مشرکین کے قیدیوں پر حملہ کرنا صحیح نہیں ہے، اس آیت سے اس بات پر بھی دلالت ہوئی کہ لشکر والے مال غنیمت کے مستحق نہیں ہوتے تھے لیکن غزوہ بدر کے موقع پر ان آیات کے نزول سے وہ مستحق غنیمت بن گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اس میں حصہ دار بنایا اور چار خمس مجاہدین کیلئے مقرر کئے گئے۔

ایک اہم مسئلہ یہ بھی مستنبط فرمایا کہ: مال غنیمت جمع کر لینے کے بعد نفل جائز نہیں ہے بلکہ نفل مال جمع کرنے سے پہلے پہلے ہے، حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔ (جاری ہے)

چودھری الیکٹرک سٹور

مین بازار ساہیوال سرگودھا

ہمارے ہاں سامان بجلی وسلائی مشین بازار سے بارعایت دستیاب ہے نیز الیکٹریشن کی سہولت بھی موجود ہے۔

پروپرائٹر: محمد لطیف چودھری فون: 786637

مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی مدظلہم

حج میں ہونے والی خرابیاں

حج میں فرائض وارکان کو بجالانے کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے بھی پہلے یہ ضروری ہے کہ ہمیں اور آپ کو ان باتوں کا علم ہو جن سے حج خراب ہوتا ہے.....۔

پہلی خرابی.....حرام مال کا استعمال

دوسرے لوگوں کا مارا ہوا، دبایا ہوا مال ہو یا شرعی ورثاء کا حق مار کر جو مال حاصل کیا گیا ہو یا چوری یا ڈاکہ کی رقم ہو، رشوت یا سود کا پیسہ ہو یہ سب حرام مال میں شامل ہے، واضح رہے کہ حرام مال سے حج کرنے کا اسلام میں کوئی تصور نہیں، حرام مال تو فوری طور پر انہیں ہی واپس کرنا ضروری ہے جن کا اس مال میں حق ہے ورنہ جہاں سے حرام مال آتا ہے وہاں واپس کرے اور اگر واپس کرنا بے کار ہو تو پھر اس حرام مال سے اپنی گردن چھڑانے کیلئے اسے فوری طور پر صدقہ کرنا لازم اور ضروری ہے، واضح رہے کہ حرام مال لینا، حرام مال رکھنا، حرام مال استعمال کرنا یا حرام مال کو کسی عبادت میں استعمال کرانا سب حرام ہے، اس بارے میں قرآن مجید کی ایک آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف دو حدیثیں ہی عبرت کیلئے کافی ہیں:

(1) سورۃ النساء آیت ۱۰ میں مال حرام کی ایک صورت کا ذکر کر کے ارشاد باری ہے:

ان الذین یأکلون اموال الیتمی ظلما انما یأکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا ۔ جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

(2) مسلم شریف کی روایت ہے: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا وان اللہ امر المؤمنین بما امر بہ المرسلین فقال یا یھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا وقال تعالی یا یھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم ۔ ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یا رب یا رب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام

وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلك (رواہ مسلم) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک ہے اور وہ صرف پاک مال ہی قبول کرتا ہے اور اللہ نے مؤمنوں کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں کو دیا ہے کہ ''اے رسولو! کھاؤ اچھی چیزیں اور کام کرو اچھے (سورۃ المؤمنون آیت ۵۱) اور فرمایا کہ ''وہ پاکیزہ رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیا ہے'' (سورۃ البقرہ ۱۷۲) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر طے کر کے جاتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، جسم پر غبار ہے اور (مقام مقدس پر پہنچ کر) وہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعا کرتا ہے کہ اے رب، اے پروردگا، حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اور حرام سے اس کی پرورش ہوئی، ایسے شخص کی (عبادت) کیسے قبول ہوگی؟ (مسلم شریف، مشکوۃ ص ۲۴۱)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: من اشتری ثوبا بعشرة دراهم وفيه درهم حرام لم يقبل الله تعالى صلاة مادام عليه ، ثم ادخل اصبعيه في اذنيه وقال صمتاان لم يكن النبي ﷺ سمعته يقول ۔ جس نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتے جب تک کہ وہ کپڑا اس کے جسم پر ہو، (علماء نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی فرض نماز (اسی طرح فرض حج) قبول نہیں ہوں گے ہاں فرض سر سے اتر جائے گا) پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں داخل کیں اور فرمایا یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہو (مسند احمد، بیہقی، مشکوۃ ص ۲۴۳)

لہٰذا ہر حاجی کیلئے اور عمرہ پر جانے والے ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنے مال کا جائزہ لے اگر خدانخواستہ حرام مال ہو، کسی کا حق مار کر مال حاصل کیا گیا ہو تو اسے واپس کرے حلال کمائی جمع کرے پھر حج عمرہ کرے، اسی طرح دوران حج بھی اس کا پورا اہتمام کرے کہ دوسرے کی چیز اس کی دلی رضامندی کے بغیر ہرگز استعمال نہ کرے حدیث میں ہے کہ کسی مسلمان کا مال اسکی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

دوسری خرابی.....نیت کی خرابی، دکھاوا، شہرت وغیرہ

حج میں (اسی طرح عمرہ میں) نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی ہونی چاہئے، کسی کو

دکھانے کی یا شہرت اور مشہوری کی نیت ہوتو عبادت بے کار، بے ثواب ہوجاتی ہے، اس لئے قدم قدم پر ریا (دکھاوے) سے بچنے کی ضرورت ہے بالخصوص جب عبادت شروع کی جارہی ہو اس وقت تو نیت خالص لوجہ اللہ ہونی بہت ہی ضروری ہے۔

(1) حدیث میں ہے: من صلی برائی فقداشرك ومن صام برائی فقداشرك ومن تصدق برائی فقداشرك رواہ احمد (مشکوٰۃ ص ۴۵۵) جس نے نماز دکھاوے کیلئے پڑھی اس نے شرک والا کام کیا، اور جس نے روزہ دکھاوے کیلئے رکھا اس نے شرک والا کام کیا اور جس نے دکھاوے کیلئے صدقہ دیا اس نے شرک والا کام کیا۔

(2) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نویں تاریخ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات جانے کیلئے منیٰ سے نکلے تو اور سواری آپ کو لے کر اٹھی تو آپ کی اونٹنی پر ایک سادا سا کمبل پڑا ہوا تھا جس کی قیمت صرف چار درہم تھی اور آپ کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی اللھم اجعلہ حجا لا ریاء فیہ ولا سمعۃ ۔ اے اللہ اسے ایسا حج بنادیجئے جس میں نہ دکھاوا ہو نہ شہرت (رواہ الطبرانی، مجمع الزوائد ص ۵۰۳ ج ۳) اور ایک روایت میں ہے اللھم اجعلھا حجۃ لا ریاء فیہ ولا سمعۃ ۔ یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو اس طرح کے نفسانی اثرات سے پاک تھی لیکن پھر بھی آپ نے یہ دعا فرمائی تاکہ امت اپنے حج وعمرہ میں اخلاص کا خیال رکھے، جو کام کرے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرے اور دکھاوے یا شہرت کو مقصود بنا کر اپنی عبادت تباہ نہ کرے۔

تیسری خرابی.....رفث (یعنی فحش گفتگو، فحش حرکت، بدنظری، بے حیائی)

یہ بات بڑی اہم ہے کہ قرآن مجید نے سورۂ بقرہ میں جہاں حج کا ذکر کیا ہے وہاں تین خرابیوں سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے افسوس کہ حج کے دوران بہت کم لوگ ہی اس آیت کو یاد رکھتے ہیں حالانکہ یہ آیت اپنے پاس رکھنی چاہئے اور اسے روزانہ صبح شام دیکھتے رہنا چاہئے، احادیث میں بھی اس کی تشریح آئی ہے ہم پہلے قرآن کی یہ آیت ذکر کرتے ہیں پھر اس کی مختصر تفصیل تحریر کریں گے قرآن کریم کی آیت یہ ہے: فمن فرض فیھن الحج فلا رفث

ولافسوق ولا جدال فی الحج ۔جس نے حج کے مہینوں میں اپنے اوپر حج لازم کرلیا تو حج میں نہ فحش بات ہو نہ گناہ ہو اور نہ جھگڑا ہو۔

''رفث'' میں ہر فحش حرکت، ہر فحش بات اور بے حیائی کا ہر کام، بدنظری وغیرہ سب شامل ہے، احرام باندھنے کے بعد آدمی اپنی بیوی سے ہمبستری بھی نہیں کرسکتا بلکہ اگر اس نے حج کے اصل فرض وقوف عرفات سے پہلے اپنی بیوی سے ہمبستری کرلی تو اس کا حج فاسد ہوجائے گا اور اگلے سال دوبارہ حج کرنا لازم ہوگا۔اسی طرح اپنی بیوی سے کھلی فحش گفتگو یا بیوی سے بوس وکنار بھی جائز نہیں، جب حج میں اپنی بیوی سے یہ سب باتیں ناجائز ہیں حالانکہ وہ اس کی بیوی اور یہ اس کا شوہر ہے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ غیر مرد، غیر عورت، دوستوں وغیرہ سے اس طرح کی گفتگو کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ اس لئے ہر حاجی پر لازم ہے کہ وہ زبان اور اعضاء کو قابو میں رکھے کوئی ایسی گفتگو اور ایسی حرکت نہ کرے جو فحش کے دائرہ میں آتی ہو اسی طرح نامحرم کو شہوت کے ساتھ دیکھنے سے بھی مکمل اجتناب لازم ہے۔

چوتھی خرابی.....فسوق (یعنی گناہ کے کام)

حج میں نیکی کی توفیق کم ہو تو فائدہ کم ہوگا لیکن خرابی پیدا نہیں ہوگی، حج میں اصل ضرورت ''تقویٰ'' کی ہے کہ ہر قسم کے گناہوں سے مکمل اجتناب کرے کیونکہ گناہوں سے خرابی پیدا ہوتی ہے، جو گناہ احرام باندھنے سے پہلے بھی حرام اور گناہ تھے اور احرام کھلنے کے بعد بھی حرام اور گناہ ہوں گے ان سے تو ہر حال میں بچنا ضروری ہے، اور جو گناہ صرف احرام کے دوران گناہ ہیں مثلاً احرام کے دوران خوشبو لگانا بال ناخن کتروانا وغیرہ ان سے بھی حج میں بچنا ضروری ہے۔

پانچویں خرابی.....جدال (یعنی جھگڑا، لڑائی، اختلاف، بحث مباحثہ)

حج میں بڑا اجتماع ہوتا ہے، گھر کا آرام ختم ہوجاتا ہے اور سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہے، ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے اکثر لوگوں کا مزاج چڑچڑا ہوجاتا ہے لہجہ میں تلخی آجاتی ہے، اعضاء سے جھنجھلاہٹ کا اظہار ہوتا ہے اور کبھی کبھار تو آپس میں سخت گفتگو، گالم گلوچ اور ہاتھاپائی تک نوبت پہنچ جاتی ہے یہ سب شیطان کے تحفے ہیں جن کے ذریعہ وہ حج کا ثواب ختم کرتا ہے لہٰذا حاجی کیلئے سفر حج میں اپنے اوپر قابو رکھنا، صبر وتحمل اختیار کرنا، قدم قدم

پر غصہ کا گھونٹ پینا اور ہر خلاف مزاج بات پر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے صبر کرنا انتہائی ضروری ہے، یہ حقیقت ہمیشہ سامنے رکھنی چاہئے کہ کسی عبادت کا اتنا ثواب نہیں ملتا جتنا صبر کا، واضح رہے کہ ذکر اللہ، طواف، نماز، بیت اللہ کو دیکھتے رہنے کا بلاشبہ بہت ثواب ہے لیکن صبر کا ثواب ان سب عبادات سے زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا ثواب بے حساب دیا جائے گا (سورۃ الزمر: ۱۰)

لہٰذا جو شخص اپنے حج کو درست طریقہ سے کرتے ہوئے صبر سے کام لے گا بلاشبہ اس کا ثواب سب سے زیادہ اور بے حساب ہوگا۔

چھٹی خرابی..... حقوق العباد میں کوتاہی

یوں تو زندگی کے سارے سفر میں اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ کسی مسلمان بلکہ کسی انسان کا حق ہمارے ذمہ نہ رہے لیکن حج کے سفر میں تو اس کا اہتمام اور زیادہ کرنے کی ضرورت ہے، عبادت کے دوران حقوق العباد کی اہمیت کم لوگوں کے ذہن میں رہتی ہے لیکن اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حجۃ الوداع میں لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ رہے تھے (یہ ذہن میں رہے کہ یہ حج حضور ﷺ کے ساتھ لوگوں کا پہلا حج تھا) لوگ آ کر اپنے حج کی غلطیاں بتا رہے تھے کہ ہم سے یہ غلطی ہوئی، ہم سے حج کی یہ غلطی ہوگئی ہے، آپ ﷺ سب کو تسلی دے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی امید دلا رہے تھے لیکن اس موقع پر بھی آپ نے جس بات پر تنبیہ فرمائی وہ یہی حقوق العباد کا معاملہ تھا، حدیث ملاحظہ فرمائیے: عن اسامة بن شریك رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال خرجت مع رسول اللّٰہ ﷺ حاجا فکان الناس یاتونه فمن قائل یارسول اللّٰہ سعیت قبل ان اطوف اواخرت شیئا او قدمت شیئا فکان یقول لاحرج الا علی رجل اقترض عرض مسلم وھو ظالم فذلك الذی حرج وھلك۔ (ابوداؤد، مشکوۃ باب الحلق) حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے نکلا لوگ آپ کے پاس آ رہے تھے، کوئی کہہ رہا تھا کہ یا رسول اللہ میں نے سعی طواف سے پہلے کر لی ہے، یا فلاں کام بعد میں

کرلیا ہے،یا فلاں کام میں نے پہلے کرلیا ہے،تو آپ فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں (یعنی ناسمجھی کی وجہ سے گناہ نہیں)ہاں اس شخص پر گناہ ہے جس نے کسی مسلمان کی آبرو پر ظلماً ہاتھ ڈالا تو اس پر حرج ہے اور وہی ہلاک ہوا لہٰذا حج کے دوران بطور خاص غیبت ،گالم گلوچ ،کسی کی دل آزاری،ایذاء رسانی ، دوسرے کی چیزوں کے ناجائز استعمال وغیرہ سے بچنا بہت ضروری ہے،اور یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ احرام اور حرم میں تو جانور کا شکار جائز نہیں مسلمان کی آبرو اور اس کے مال کا شکار کیسے جائز ہوگا؟

جلد بازی،گھبراہٹ

شریعت نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ عبادت کے دوران سکینت وطمانیت اختیار کی جائے اور جلد بازی اور گھبراہٹ کے ذریعہ اپنی عبادت کو خراب نہ کیا جائے (گناہ چھوڑ کر نیکی کی طرف متوجہ ہونے میں تو جلدی کرنی چاہئے اور قرآن مجید میں اس کیلئے سابقوا اور سارعوا کے الفاظ سے حکم آیا ہے لیکن جب گناہ چھوڑ کر نیکی کی طرف چل پڑا تو سکینت وطمانیت کا حکم ہے)اسی لئے حکم ہے کہ قرآن مجید صاف صاف ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے (ورتل القرآن ترتیلا،لا تحرك به لسانك لتعجل به ،ولاتنثره كثر الدقل قرآن وحدیث میں وارد ہے)نماز بھی اطمینان اور سکون سے ادا کی جائے ۔ایک صحابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی تو آپ نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم دیا (ارجع فصل فانك لم تصل)حتی کہ باجماعت نماز کیلئے جاتے وقت بھی اتنا تیز چلنا یا دوڑنا جس سے سانس پھولنے لگے،منع ہے۔حج میں بھی رسول اللہ ﷺ نے جلد بازی اور گھبراہٹ سے منع فرمایا ہے تین حدیثیں پیش ہیں (مشکوۃ ص ۲۲۹،۲۳۰)

(1) عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال افاض النبی من جمع وعلیہ السکینۃ وامرھم بالسکینۃ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مزدلفہ سے واپس (منی کی طرف چلے)تو آپ پر سکینت طاری تھی اور آپ نے لوگوں کو بھی سکینت (طمانیت)کا حکم دیا۔(ترمذی شریف)

(2) عن الفضل بن عباس رضی اللّٰہ عنھم کان ردیف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال فی عشیۃ عرفۃ وغداۃ جمع للناس حین دفعوا ،علیکم

بالسکینۃ (مسلم) حضرت فضل بن عباس جو رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے ساتھ سوار تھے وہ فرماتے ہیں کہ عرفہ کی شام (یعنی نویں تاریخ کو) اور مزدلفہ کی صبح (یعنی دسویں کی صبح کو) جب آپ اور سب لوگ منیٰ کی طرف واپس جا رہے تھے آپ نے لوگوں سے فرمایا "اے لوگو سکینت اختیار کرو"۔ (مسلم شریف)

(3) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما انہ دفع مع النبی ﷺ یوم عرفۃ فسمع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وراء ہ زجرا شدیدا وضربا للابل فاشار بسوطہ علیہم وقال یایھاالناس علیکم بالسکینۃ فان البرلیس بالایضاع (رواہ البخاری) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عرفہ کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ واپس (مزدلفہ کی طرف) آ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے پیچھے اونٹوں کو مارنے اور چیخنے کی آواز سنی تو آپ نے اپنا کوڑا اٹھا کر ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے لوگو تم پر سکینت لازم ہے اور نیکی، سواری دوڑانا (یا خود دوڑنا) نہیں ہے (بخاری شریف)

حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عرفہ کے میدان میں خطبہ دیا تو یہ فرمایا لیس السابق من سبق بعیرہ وفرسہ ولکن السابق من غفرلہ (فتح الباری ص ۵۲۲ ج ۳) نیکی میں آگے بڑھنے والا شخص وہ نہیں ہے جس کا اونٹ یا گھوڑا پہلے پہنچ جائے بلکہ نیکی میں سبقت کرنے والا وہ شخص ہے جس کی مغفرت ہو جائے۔ جب آدمی احرام باندھ کر، اپنا گھر کاروبار چھوڑ کر، اللہ کے لئے نکل کھڑا ہوا اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، دل میں اللہ تعالیٰ کیلئے جذبات شکر ہیں اور بدن تکلیفوں پر صبر کر رہا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ ہوائی جہاز میں بیٹھا ہوا ہے یا بس میں، کمرہ میں مسافر خانہ میں لیٹا ہوا ہے یا ایئرپورٹ کے کسی کونہ میں زمین پر، وہ ہر جگہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہے اور اپنے رب کی طرف بڑھتا جا رہا ہے، دو گھنٹہ چار گھنٹہ چھ گھنٹہ کی تاخیر سے کیا فرق پڑتا ہے؟ گھر تو وہ چھوڑ ہی چکا ہے اور واپس گھر اپنے وقت پر ہی جائے گا، اس لئے گھبراہٹ عجلت کا کیا فائدہ۔ صبر کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ اس لئے ہر عبادت اطمینان سے ادا کی جائے۔ وفقنا اللّٰہ تعالیٰ لمایحبہ ویرضاہ آمین۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

نفلی قربانی کے حصے میں متعدد افراد کی شرکت کا حکم

الاستفتاء: بخدمت گرامی .....السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

گذارش آنکہ اگر کئی شخص مل کر قربانی کے جانور میں ایک حصہ کسی بھی میت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایصال ثواب کیلئے خرید کر قربانی کردیں تو کیا شرعاً یہ درست ہے یا نہیں؟ معلوم ہوا تھا کہ حضرت فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ نے اس کے جواز کا فتوی دیا تھا اور حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی محمودیہ ج ۴ ص ۲۸۸ سے بھی اس کا جواز معلوم ہوتا ہے بلکہ فتاوی محمودیہ ج ۴ کی قدیم طباعت ص ۲۸۸ کے حاشیہ میں امداد الفتاوی ج ۳ ص ۵۷۳ کے حوالہ سے اس کو جائز لکھا ہوا ہے فلہذا حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی رائے گرامی سے بھی اس بارہ میں مطلع فرماویں۔ المستفتی: محمد عبداللہ چنیوٹی

الجواب باسمہ سبحانہ وتعالی

عزیز گرامی قدر مولوی محمد عبداللہ چنیوٹی سلمہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ قربانی کے جانور میں اگر کئی شخص ایک حصہ میں شریک ہوکر میت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کیلئے قربانی کریں تو یہ جائز نہیں ہے اگرچہ بعض فتاوی میں اس کو جائز لکھا گیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ نے ان مات احد السبعة پر قیاس کرتے ہوئے پہلے اس کو جائز لکھا تھا لیکن چونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے اس لئے آپ نے بعد میں اس سے رجوع فرما کر اس کے عدم جواز کا فتوی تحریر فرمادیا تھا جواز کا فتوی غالباً آپ نے ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ کو تحریر فرمایا اور عدم جواز کے فتاوی ۲۳ جمادی الاولی ۱۴۰۴ھ، ۹ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ اور ۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ کی تواریخ میں لکھے گئے ہیں، ۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ کے فتوی کے آخر میں آپ نے "انتباہ" کے نام سے تفصیلی نوٹ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں آپ نے جواز کے فتوی سے رجوع کی تفصیل بھی تحریر فرمادی ہے آپ کی یہ تحریر گرامی بعینہ ذیل میں نقل کی جارہی ہے جس سے پوری صورت حال سامنے آجاتی ہے، چنانچہ

صورت مسئولہ کا جواب لکھنے کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں:

عرض ہے کہ اس سے پہلے احقر نے وان مات احد السبعة الخ پر قیاس کر کے اور حضرت مولانا محمد یحیی صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کا فتوی سن کر اس پر فتوی دیا تھا کہ کئی شخص ایک حصہ میں شریک ہو کر اس کا ثواب میت کو پہونچا سکتے ہیں، پھر بعد میں اس پر اشکال ہوتا رہا اور جزئیہ مذکور پر قیاس کرنا صحیح نہیں معلوم ہوا بلکہ یہ قیاس قیاس مع الفارق معلوم ہونے لگا، اول تو وہ اضطراری ملک ہے دوسرے احد السبعة کے ورثاء میت کے فی الجملہ ثابت اور حکماً واحد قرار دیے جا سکتے ہیں، اس لئے اب یہ احقر اپنے پہلے فتوی سے رجوع کرتا ہے اور اس صورت کے عدم جواز یعنی قربانی نہ ہونے کا فتوی دیتا ہے۔ حضرت مرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتوی میں اس پر تفصیلی بحث سے بھی اسی عدم جواز کی تائید ہوتی ہے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ بحث کا خلاصہ اور صورت مسئولہ اور جزئیہ مذکور میں فرق واضح کر کے تحریر فرماتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ حصہ اضحیہ اگرچہ اجازت ورثہ پر موقوف ہے اجازت نہ دیں تو ترکہ میں شامل ہو جائے گا لیکن جب وہ اجازت دیدیں تو یہ تصرف میت ہی کا نافذ ہوگا اور یہ عمل اسی کی طرف منسوب ہوگا مثل وصیت زائد علی الثلث کہ بعد اجازت ورثہ کے میت کا ہی تصرف ہو کر وصیت ہی کی حیثیت سے نافذ ہوتی ہے ورثہ کا صدقہ یا ھبہ نہیں کہلاتی اور اس صورت میں سبع بقرہ کا تجزیہ نہ ہوا'' واللہ اعلم۔ ۲ر جمادی الثانی ۶۷ھ اضافہ (امداد المفتیین ص ۹۶۰)

اس سے واضح ہے کہ ساتویں حصہ کا تجزیہ اس جزئیہ میں نہیں پایا گیا کہ اس پر قیاس کر کے دوسری جگہ صورت مسئولہ میں تجزیہ کو جائز قرار دیدیا جائے بلکہ ورثہ کا تصرف بہ نیابت میت حکماً ایک شخص یعنی میت کا ہی تصرف سمجھا جائے گا اور ساتواں حصہ حکماً واحد ہی رہے گا۔ فقط۔ واللہ اعلم

مرتب فتاوی امداد السائل پہلے فتوی کے ساتھ اس فتوی کا حوالہ اور انتباہ کو ضرور لکھ دیں۔

سید عبد الشکور ترمذی عفی عنہ ۲۵ر ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ

باقی رہا معاملہ فتاوی محمودیہ اور امداد الفتاوی کا تو اس بارہ میں تحریر ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت مفتی عبد الرحیم رحمہ اللہ دونوں حضرات کی رائے گرامی اس بارہ میں جواز ہی کی ہے لیکن فتاوی محمودیہ قدیم جلد ۴ ص ۲۸۸ کے حاشیہ پر امداد الفتاوی ج ۳ ص ۵۷۳ کے

جس فتوی کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے اس صورت کا جواز ثابت نہیں ہوتا (فتاوی محمودیہ جدید ج ۱۷ ص ۴۰۵ کے حاشیہ پر محشی نے امداد الفتاوی کے جس مسئلہ کا حوالہ دیا ہے اس کا صورت مسئولہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کما ہوالاظہر) کیونکہ امداد الفتاوی کے اس فتوی کو دیکھنے سے واضح ہے کہ وہاں نفلی قربانی کے ایک حصہ میں متعدد افراد کی شرکت کا ذکر نہیں ہے بلکہ ایک نفلی حصہ کو متعدد افراد کی طرف سے کرنے کا ذکر ہے، وشتان بینهما۔ اس لئے حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ کی طرف اس کے جواز کی نسبت صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک بھی یہ صورت جائز نہیں اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت اقدس تھانویؒ نے پہلے یہ فتوی دیا تھا کہ ''جس طرح اپنی طرف سے قربانی کرنے میں ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں اسی طرح غیر کی طرف سے تبرعاً نفل قربانی کرنے میں خواہ زندہ کی طرف سے ہو یا میت کی طرف سے ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں'' (امداد الفتاوی جلد سوم ص ۵۷۳) بعد میں آپ نے اس سے رجوع فرما کر اس کے جواز کا فتوی دے دیا جب حضرت اقدس نفلی قربانی کرنے والے ایک شخص کے لئے یہ جائز نہیں سمجھتے تھے کہ وہ اپنے اس ایک حصہ کے ثواب میں ایک سے زائد افراد کو شریک ٹھرالے تو پھر ایک نفلی حصہ کے قربانی کرنے والے ہی جب دو ہوں تو آپ اس کو کیسے جائز قرار دیں گے؟ اگرچہ آپ نے پہلی صورت (یعنی جب کوئی شخص اپنے ایک نفلی حصہ کی قربانی دو شخص کی طرف سے کرے) کے عدم جواز سے رجوع فرمالیا لیکن اس سے دوسری صورت (یعنی ایک نفلی حصہ میں ایک سے زائد افراد شریک ہو کر کسی کو ایصال ثواب کے لئے قربانی کریں) کے جواز کی نسبت حضرت اقدس کی طرف ہرگز لازم نہیں آتی، هذاما عندی واللہ اعلم بمرادعبادہ۔

فتاوی محمودیہ میں حضرت تھانوی قدس سرہ کے حوالہ سے جب یہ مسئلہ شائع ہوا تو احقر نے ۱۴۰۷ھ میں فقیہ ملت حضرت اقدس مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تحریری طور پر اس کے متعلق استفسار کیا تھا حضرت مفتی صاحبؒ نے اس صورت کے عدم جواز کی تصریح کے ساتھ حضرت تھانوی قدس سرہ کی طرف اس کی نسبت کی تغلیط اور اس بارہ میں اپنی مفصل تحقیق بھی ارسال فرمائی تھی۔ هذاواللہ اعلم بالصواب۔ فقط احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

دارالافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودہا ۱۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

تعارف کتب

نام کتاب: اٹک، راولپنڈی اور ہری پور کے چند کتب خانوں کے اہم خطی نسخے۔

نام مرتب: ڈاکٹر مسفیر اختر ناشر: دارالمعارف، واہ کینٹ راولپنڈی صفحات: ۱۴۰

سرزمین پاکستان کو اللہ رب العزت نے جہاں مختلف نعمتوں سے نوازا ہے، وہیں پر ایک نعمت غیر مترقبہ ''علمی ذخائر کو محفوظ کرنا'' سے بھی خالی نہیں رکھا، یہ علمی ذخائر نایاب خطی نسخوں سے لبریز ہیں، عرصہ دراز سے ان خطی نسخوں کو برسر عام لانے کی جدوجہد جاری ہے تا کہ عوام الناس ان سے مستفید ہو سکے۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی ہے، کتاب ہذا تین حصوں پر مشتمل ہے حصہ اول میں ۹ کتب خانوں کے اہم خطی نسخوں کا تفصیل سے تعارف کرایا گیا ہے حصہ دوم میں مجلس نوادرات علمیہ اٹک کی مطبوعات کو تفصیل سے منظر عام پر لایا گیا ہے حصہ سوم اشاریے پر مشتمل ہے، کتاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتب صاحب نے جانفشانی اور عرق ریزی سے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔کتاب کی طباعت نہایت عمدہ ہے بالخصوص ورق کی عمدگی قابل ستائش ہے اور عوام وخواص سب کیلئے یکساں نافع اور مفید ہے۔(مولوی عابد محمود حقانی)

نام کتاب: مضامین وسوانح حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ

نام مرتب: حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری ناشر: ادارۃ المعارف کراچی ۱۴ صفحات: ۳۵۱

زیر نظر کتاب حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ سابق استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے ان اہم مضامین اور مقالات کا مجموعہ ہے، جو مختلف رسائل اور پمفلٹوں کی شکل میں شائع ہو چکے تھے ان کو ہمارے مخدوم ومکرم بزرگ جناب حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری زید مجدہ نے عمدہ انداز میں مرتب فرمایا ہے۔حضرت میرٹھیؒ کے مختصر حالات زندگی بھی کتاب میں شامل کیے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ موصوف کی اس دینی اور علمی خدمت کو قبول فرمائیں اور عوام وخواص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں آمین (مفتی محمد آصف چنیوٹی)

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۲۵ رشوال المکرّم: ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں جامعہ ہذا کے اساتذہ کرام نے شرکت فرمائی، حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے ختم نبوت کے موضوع پر جمعۃ المبارک کے عظیم اجتماع سے تفصیلی خطاب فرمایا اور بعد عصر جامعہ حقانیہ میں اس کا تتمہ بیان کیا۔

۲۸ رشوال المکرّم: شاہ مکہ ڈر میں صحیح بخاری شریف کے افتتاح کے موقع پر پہلی حدیث پاک کا درس دیا۔

۲۹ رشوال المکرّم: جھنگ صدر میں جناب قاری محمد شفیق صاحب مہتمم جامعہ رشیدیہ کی دعوت پر افتتاح مشکوۃ المصابیح کے موقع پر درس حدیث ارشاد فرمایا۔

۳ رذوالقعدۃ الحرام: جامع مسجد حقانیہ میں جمعۃ المبارک کے موقع پر بیان فرمایا اور نماز جمعہ پڑھائی، عصر کے بعد جامع مسجد الٰہیہ سرگودھا میں پانچ نکاح مسنون پڑھائے، جناب مولانا محمد یعقوب صاحب مدظلہم کے صاحبزادگان عزیزان مولوی عبدالرحمان وحافظ عبدالقدوس سلمہما الرحمٰن اوران کی تین ہمشیرگان کا نکاح ہوا، نکاح سے قبل اس موضوع پر بیان بھی کیا۔

۴ رذوالقعدۃ الحرام: مسجد عمر سلانوالی میں بعد نماز عشاء ماہانہ درس قرآن کریم دیا اس موقع پر مدرسہ امدادیہ فتحیہ اور مدرسہ حسینیہ سلانوالی میں بھی تشریف بری ہوئی۔

۵ رذوالقعدۃ الحرام: منڈی شاہ جیونہ میں بعد نماز عشاء بیان فرمایا۔

۹ رذوالقعدۃ الحرام: مدرسہ دارالعلوم امیر عزیمت فروکہ میں مولانا کلیم اللہ ربانی صاحب کی دعوت پر بعد نماز عشاء بیان فرمایا۔

۱۰ رذوالقعدۃ الحرام: جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ پر بیان فرمایا، عصر کے بعد جامعہ حقانیہ میں جناب مولانا اشرف علی صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودہا نے بیان فرمایا اور جناب قاری محمد زکریا ذکی صاحب نے نعتیہ کلام پیش کیا۔